وَمَا اُوتِیتُم مِّنَ العِلمِ اِلَّا قَلِیلًا

اسرارِ معرفت

ترجمہ

سری مد بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد نبیر صدیقی القریشی

باراوّل سنہ ۱۹۲۱ء تعداد (۱۰۰۰)

باہتمام ملک چراغدین مالک کیکسٹن پرنٹنگ

الیکٹرک ورکس لاہور

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچہ	۳
سری کرشن جی کا جیون چرتر (سوانحِ عمری)	۶
جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ	۱۳
تشریح	۳۴
حمد	۵۱
دیباچہ سریمت بھاگوت گیتا	۵۲
ادھیائے اوّل بیکھیا جوگ	۵۴
ادھیائے دوم سانکھیہ جوگ ...	۵۸
ادھیائے تیسرا۔ اکرم جوگ ...	۶۵
ادھیائے چہارم۔ کرم سنیاس جوگ	۷۰
ادھیائے پانچواں پرکرت جوگ	۷۵
ادھیائے چھٹا۔ آتم سنجم	۷۹
ساتواں ادھیائے۔ وگیان جوگ	۸۴
آٹھواں ادھیائے۔ سدھ جوگ	۸۹
نواں ادھیائے۔ راج جوگ ...	۹۲
ادھیائے دسواں بھوت جوگ	۹۶
ادھیائے گیارھواں۔ روپ درس	۱۰۱
بارھواں ادھیائے بھگت جوگ	۱۰۷
تیرھواں ادھیائے چھتر جوگ	۱۰۹
ادھیائے چودھواں۔ ترگن سہاگ	۱۱۵
پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ	۱۱۷
سولھواں ادھیائے۔ دیو درس سنت	۱۱۹
سترھواں ادھیائے تری بھاگ	۱۲۳
اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ	۱۲۶
خلاصہ	۱۳۲
رجوع بغرض	۱۳۳
خاتمہ کتاب	۱۳۵
خاتمۃ الکتاب	۱۳۶
قطعۂ تاریخ	۱۳۸
شکریہ	۱۳۹

زبان اور نارسا تحریر و تقریر سے

شراب ناب کجا و من خراب کجا ـ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

بزرگوں کی میراث سے اس کے چند اوراق پراگندہ نے میرے شوق کے دہن آرزو کو پُر آب کیا۔ اور اس کے مضامین خوشاب اور حکمت الٰہی کی جمشیدی آب و تاب نے مجھے جوگیوں کی مانند در بدر بھیک میں پھرایا ایک اور ٹوٹا پھوٹا کچکول ملا۔ مگر اس سے بھی دل کو تسلی نہ ہوئی۔ اور اب اتفاق سے ایک پرانا چھپا ہوا نسخہ ملا۔ مِل ملا کر کتاب کامل بنی الحمد للّٰہ سن جدّو جدّ نقل کر کے درست کی۔ اور دولت ہفت اقلیم پائی +

چوہدری پران ناتھ دت ایم۔ اے نے نسخہ دیکھا۔ اور فرمایا کہ ہندی الفاظ مسلمانوں کو اور فارسی ہندوؤں کو اس سے پورا محظوظ نہ ہونے دیں گے۔ اس کا ترجمہ ہو جاوے۔ اور ترجمہ پر مناسب نوٹ ہو جاویں تو غنیمت ہے۔ اگرچہ ترجمے ہزاروں ہیں مگر جو فیضی کے ترجمہ میں لطف ہے وہ کسی میں کاہیکو ہوگا۔ وزن مثنوی کا اور مثمن متقارب مکنوف جو خوش الحانی اور تحت لفظ دونوں طرح میں پڑھنے کو چار چاند لگاتا ہے اور مضمون کی شوکت اور نفاست کو بڑھا دیتا ہے اور اس پر نوٹ مناسب بھی ہو جاویں تو پھر کیا کہنا۔ مگر بات وہی تھی۔

وَاِذَا اَرْزَوِیَتْ فَکَانَ عِجْزُالْجَوْہَر ـ وَاِذَا غَلَا ثَمَنًا فَقَدَتُ الْمُشْتَرِی

لیاقت ذی اور کیا یدی کا شوربا۔ لیکن شوقین نگاہیں۔ اور ان کے دمبدم معتقدانہ غلط انداز اشارے کوتہ قلم اور سہل نگار کو بھی پردہ دری پر مجبور

اسرارِ معرفت

ترجمہ

سری بھاگوت گیتا جی

مترجمہ

قاضی محمد منیر صدیقی القریشی

سری کرشن جی کا مختصر جیون چرتر و سوانح عمری

برہما کے دو فرزند دچھ اور اتر تھے۔ دچھ کی اولاد سے چندر بنسی اور اتر کی اولاد سے سورج بنسی خاندانوں کی بنیاد پڑی۔ سورج بنسی خاندان سے راجہ اکشواکو بڑا صاحب ہمت و بخت ہوا ہے۔ اکشواکو کی اولاد سے جیات راجہ کے ہاں خداوند نے پانچ فرزند دیئے۔ جادو۔ انو۔ ترہسو۔ درہی۔ پورو۔ اور ان پانچوں سے پانچ بنس چلے۔ یہ اکشواکو کا خاندان اجودھیا کے علاقہ میں فرماں روا تھا۔

جادو بنس سے راجہ ہریسو جب اجودھیا سے جلاوطن ہوا تو دھوین کے راجہ دھو کی لڑکی سے بیاہا گیا۔ یہ بڑا نامآور اور بہادر تھا۔ اس کے ہاں آٹھویں پشت میں جو بسیودیو تھا اس کے تین اولادیں ہوئیں۔ بسدیو کنتی راجہ پانڈو کی بیوی۔ تیسرا راجہ سسپال کی رانی۔

بسدیو کی دو بیویاں تھیں۔ ایک دیوکی اگرسین راجہ متھرا کی صاحبزادی دوسری روہنی۔ اگرسین کا بیٹا کنس تھا۔ اس ظالم نے جراسندھ راجہ اپنے خسر کی مدد سے باپ کو تخت سے اتار کر قید کیا اور آپ بادشاہ ہوا۔ کنس نے برہمنوں سے یہ بات معلوم کی کہ دیوکی کا لال اس کی جان کا وبال ہے۔ ارادہ کر لیا کہ دیوکی بلکہ بسدیو کی اولاد کو ہوتے ہی

چوگنی بڑھائی۔ ہونہار برواکے چکنے چکنے پات۔ کرشن ایک دن میں مہینے کے برابر۔ اور مہینے میں سال کے برابر بڑھتے پھولتے تھے اور نند کے لال مشہور تھے۔ اور بلرام بھی یہاں گوکل میں سبزہ بہاری کی مانند کڑوی بیل سے زیادہ بڑھتے گئے۔ سچ ہے جسے مالک راکھے اسے کون مارے۔ دونوں بھائی گائیں چراتے اور مزے سے دن گذارتے تھے ؎

اب نند نے گوکل سے برندابن میں نقل مکان کیا۔ شاید یہ بات چارہ کی اُدھر تفریط اور اِدھر افراط کا باعث ہوگی۔ اور غالباً یہ بات بھی ہو کہ کہیں کنس کو اس بات کا علم ہو تاکہ "دیوکی کا لال زندہ ہے۔" ظلم کو موقع نہ دیوے۔ کرشن جی کی اب یہ عمر ہو گئی تھی کہ بنسری بجاتے اور گائیں چراتے۔ ان کی بنسری پر تمام گوالے عاشق زار تھے۔ ہم سنوں کا تو یہ حال تھا کہ کرشن راجہ تھے۔ اور یہ تمام پرجا۔ یا یہ چاند اور وہ سب ستارے۔ انہیں نہیں کرشن جی آفتاب تھے۔ اور تمام گوالے نظام شمسی کی مانند ان کے تابع اور زیر اثر تھے ؎

یہ وہ زمانہ تھا کہ کرشن جی نے ریاضت۔ عبادت اور نفس کشی شروع کی۔ تمام جہلا تو ان کی عبادات کو بہت بری طرح ظاہر کرتے ہیں اور نہایت گندے اور فحش کلمات اور سوانح سے ان کو یاد کرتے ہیں کہ کرشن مہاراج گوالنوں پر مرے ہوئے تھے۔ اور یہ سب ان کے بس میں تھیں۔ سناتن دھرم والے ان کی تاویل کرتے ہیں کہ گوالنوں سے مراد قوائے رذیلہ اور نفسانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَءُوْفِ الرَّحِيْمِ وَ
عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَحْبَابِهٖ يَا رَبِّ الْكَرِيْمِ

اما بعد یہ نایاب کتاب اور قیمتی درشاہوار رسر یدبھاگوت گیتا اور اس کا مترجم اور تبصرہ نویس منیر جیسا ہیچ میرزا دہ کوتہ علم بے عمل بیت المقدس یبرثات کا غلاف ہے۔ اور وہ بھی ٹوٹا پھوٹا شکستہ گستہ۔ فی الحقیقت اس عجیب غریب در مکنون پر اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ شیخ فیضی کا ترجمہ کافی سے بڑھکر تھا۔ زبان کی سلاست اور مضامین کی نفاست سے مطالب اور معانی کی خوشبو خود بخود پھوٹ پھوٹ کر مچل رہی تھی ؎

مگر وادر سے زمانہ فارسی کی ناقدر دانی اور سنسکرت سے ناآشنائی اور مطالب تاریخی کی ناواقفیت نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ اس کے مسائل اور معانی سے لوگوں کا منہ ذرا روشن کر دوں۔ ہیچ مدان گا آئینہ احتیاج خاکستر کند۔ ورنہ کہاں راجہ بھوج اور کہاں گنگو تیلی۔ کہاں سری مہاراج کرشن جی کی سر یدبھاگوت گیتا۔ ترجمہ شیخ فیضی (تفسیر) کی اور کہاں میں ہیچمدان ہیچ

رُک نہ سکا۔ اور انھوں نے خود ماموں کے شامیانہ میں اس کی تعظیم کیواسطے ہاتھ بڑھائے اور ایسا دبایا کہ ہمیشہ کے واسطے خواب راحت میں سلایا۔ اور بلرام نے سمالی سگِ زرد برادر شغال کو موت کا مزہ چکھایا۔ اب بیداد سے ملک پاک ہوا۔ اور تخت نے دوبارہ اگرسین کے پاؤں چومے ؛

کرشن نے جب ملک کو ظلم سے صاف کر دیا۔ تو اونتی پور میں سندی پانی پنڈت کے ہاں پڑھنا شروع کیا۔ اور چونسٹھ دن میں ہر ایک علم میں طاق بلکہ شہرۂ آفاق ہوئے۔ سداما ان کا سکول فیلو تھا ؛

جراسندھ کو مہاراج ادھیراج ہونے کی دھن اور داماد کے بدلہ لینے کی خواہش نے اندھا کر دیا تھا۔ متھرا پر حملہ کر دیا۔ مگر جادوؤں اور گوالوں نے وہ وہ ہاتھ دکھلائے کہ جراسندھ کو ناکوں چنے چبائے۔ اپنا سا منہ لے کر کافور ہوا۔ محاصرہ دور ہوا۔ بے شرمی نے پھر بہت سی فوج ساتھ دیکر حملہ پر مجبور کیا۔ مگر اتنی دیر میں کرشن جادوؤں کے ساتھ دوارکا چلے گئے تھے۔ اور اٹھارہ ہزار جادو بنس بہادروں میں محفوظ دن کاٹنے لگے ؛

سلہ یہ وہی سداماں ہے جس کی بات مشہور ہے کہ نہایت غریب تھا۔ کرشن کی دولتمندی کی شہرت سن عورت کے کہنے سے کرشن کے در دولت پہنچا۔ کرشن نے نہایت عزت کی اور چند دن مہمان رکھا۔ اور بے التماس سوال سداماں کے دولت اور اجنبی بھیجکر سداماں کی ظاہری حالت اور حیثیت کو دوست کر دیا۔ سداماں واپس آیا تو یہی ٹھاٹھ دیکھ کر کرشن کی محبت اور غریب نوازی کا قائل ہوا ؛

ارجن کی سبب سے ہوئی +

رات کو کرشن اپنی پھوپھی کنتی سے ملے - اور جب راجہ دروپد کو معلوم ہوا کہ ارجن چھتری ہے اور پانڈو ہے تو ان کی پانڈوؤں سے یقینی عداوت دور ہوئی - اور ایک ہی بنس کے دو ستاروں کا قران ہو گیا +

سویمبر میں کورو بھی آئے تھے - بدر پانڈو کوروں کا چچا بھی آیا ہوا تھا - اس نے سویمبر کا حال دھرت راشتر کے گوش گذار کیا - اور پانڈوؤں کی زندگی کا حال معلوم ہوا تو سب کے کان کھڑے ہوئے بدر واپس آیا کہ پانڈوؤں کو لائے - دروپد نے کہا کہ آگے اور بات تھی اب اور بات ہے - میں ان کو جانے نہ دوں گا - بکریوں کو شیر کے منہ میں دینا کون سی عقلمندی ہے - ہاں اگر کرشن جی ضمانت دیویں تو خیر کچھ مضائقہ نہیں - کرشن جی نے کہا بہر صورت پانڈوؤں کا وطن میں جانا نہایت ضروری بات ہے - کہ ایک فیصلہ تو ہو جاوے - الغرض پانڈو گئے - مگر دریودھن کا حسد آگے سے دہ چند تھا - دھرتراشٹر نے ان کو کھانڈو پرست کا جنگل دیا - انہوں نے خیال کیا کہ جاتے چور کی ترانگی ہی سہی وہی لیا - اور اندر پرست بسا کر وہ ملک آباد کیا - کہ دریودھن کو آگے سے سوا رنج بڑھ گیا - اور کرشن دوارکا چلے گئے +

لے عداوت کی وجہ یہ تھی کہ درونا چارج دروپد کا کلاس فیلو غریبی کے باعث استمداد کو گیا - دروپد نے کمال بے اعتنائی کی اور دربار سے نکلوا دیا - درونا نے دھرت راشتر کا دروازہ کھٹکھٹایا - یہاں اس کی خوب عزت ہوئی - اور ایک دفعہ شاگردوں کو ساتھ لے کر دروپد پر حملہ کر دیا - اور شکست دیکر سخت ذلیل کیا - ۱۲

کر رہے تھے۔ احقر حاضر ہے گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔
اور ساتھ ہی یہ بھی گذارش ہے کہ نہ میں اُردو دان۔ نہ اہل زبان اور اس پر زاویۂ خمول اور کوئے گمنامی کی ماندو بود۔ اور باوجود اس کے فکر و غم کی کثرت اور ہجوم نے اماوس کی رات کو گھٹاٹوپ بادلوں سے بالکل تیرہ و تار کر دیا ہے۔ اہل سخن اگر غلطی پائیں تو معاف فرمائیں یا اصلاح سے ممنون و مشکور کریں۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم | بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم
تو نیز ار بدی بینی اندر سخن | بخلق جہاں آفریں کار کن

ارادہ تو تھا کہ فیضی کا اصل ترجمہ اور یہ اسرار معرفت دونوں ہدیۂ ناظرین کروں۔ مگر آسمان جو کہ اہل قلم کے ارادوں کا مخالف اور کم استطاعتی جو کہ مشفق صادق اور محب موافق ہے مانع ہے۔ علاوہ ازاں فیضی کا ترجمہ کوشش سے مل بھی سکتا ہے۔ دستکش ہونا پڑا۔ الحجر حذر و مخبر زیرکی با زمانہ ساختن است۔

ترجمہ فارسی میں کئی اشلوکوں کا جو مرور زمان اور گردش آسمان نے کاتبوں سے فرو گذاشت کرا دیئے ہیں۔ وہ بھی باریک قلم سے درج کر دیئے ہیں۔ والسلام علیکم۔

قاضی محمد منیر قریشی الصدیقی

نارووال ۲۹۔ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کو ساتھ لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مرتے دُکھ بھرتے جانیں بچا کر ہستناپور پہنچے اور یدھشٹر کو یہ سب حال سنایا اسکو دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی آنکھوں میں نقشہ ہوگئی۔ پانچوں بھائی دروپدی سمیت ہمالہ پہ جا لگے۔ اور بجر سری کرشن کا پوتا اندرپرست میں۔ اور پریکھت ارجن کا پوتا ہستناپور میں تخت نشین ہوا۔

رستم رہا زمانہ میں نے سام رہ گیا مردوں کا آسماں کے تلے نام رہ گیا

جنگ مہابھارت کا مختصر فسانہ

آئینہ سکندر جام جم است بنگر تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

سری بھاگوت گیتا کے مضامین پر روشنی ڈالنے کے واسطے اسیقدر کافی تھا جس قدر احاطہ تحریر میں آچکا۔ مگر چونکہ سری بھاگوت گیتا کو کورو چھیتر کے میدان سے چولی دامن کا تعلق ہے۔ اس واسطے اس کا بھی بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

برہما کے فرزند سورج کی اولاد تو مشرقی جانب بڑی آب تاب سے حکمران تھی۔ مگر مغربی حکومت مہاراج چاند سوم کی اولاد کے زیر قدم تھی۔ چندر کی اولاد سے راجہ بھرت کو خداوند کریم نے وہ طاقت دی کہ ہندوستان اس کے نام نامی پہ بھارت ورش کہلایا۔ بھرت راجہ دشمنیت کی اولاد سے تھا۔ جس کی ایک بیوی کا نام شکنتلا تھا۔

پانڈو صاحبِ تخت ونگین ہوا

دھرت راشتر کی بیوی کا نام گاندھاری تھا۔ کہ جس سے سو بچہ ہوا۔ اور پانڈو کی دو بیویاں تھیں کنتی اور مادری ان دونوں سے بدھشٹر بھیم۔ ارجن اور نکل۔ سہدیو پانچ فرزند ہوئے پہلے سو کورو اور دوسرے پانچ پانڈو کہلائے تھے۔

کنتی کا ان تین کے سوا کرن ایک اور بچہ تھا جو کسی خاص وجہ سے ادھیرتھ رتھ بان کے زیر پرورش رہا۔ اور پانڈو شہزادہ نہ گنا جاتا تھا۔ مگر دریودھن کی پولیٹکل پالیسی نے کرن بہادر کو انگ دیس کا راجہ بنا کر پانڈو کا مدِ مقابل بنا لیا تھا۔ یہ کورو جن کا سردار دریودھن تھا نہایت پالیسی باز اور فریبی تھے۔ ان کی آنکھوں میں پانڈووں کا کانٹا ہمیشہ کھٹکھتا رہتا تھا۔ اور ان کے استیصال کی تدبیرات سے کبھی غافل نہ رہتے تھے۔ مگر پانڈو جن کا سردار بدھشٹر تھا راست باز اور جوانمرد تھے۔ مگر حق کی خاطر مرنے ملنے پر ہر وقت مستعد رہتے تھے۔

پانڈو ہستناپور کا راجہ کد مب رشی کی بد دعا سے سادھو ہو کر ماوری سمیت دنیا اور ما یتعلق بہا سے منہ موڑ کر ہمالہ میں جا لگا۔ اور سلطنت اور اولاد بمعہ کنتی کے دھرت راشتر بڑے بھائی کے حوالہ کر گیا۔ اب حکومت کورووں کے پاس ہے۔ اور ساتھ ہی یہ خواہش ہے کہ پھر ہاتھ سے نہ نکلجائے۔

بازآمدہ نگار سرمست   بازنہ ہیم دامن اندست

نہ دوں گا۔ بہن کی جان کا لاگو ہوا۔ وہ گھن کو بھی گیہوں کے ساتھ پیس دیا۔
دیوکی کے ساتھ روہنی اور بسدیو بھی قید ہوئے ٭

دیوکی کے چھ بچے پیدا ہوتے ہی ظالم نے ملک عدم کو روانہ کئے روہنی کے بلرام پیدا ہوا تو مشہور کر دیا گیا کہ روہنی کا حمل ساقط ہو گیا اور بلرام کو خفیہ طور پر گوالوں کے ہاں بھیج دیا گیا۔ وہاں اس کی پرورش ہونے لگی ٭

بلرام کی زندگی اور بسودھا دیوکی کی سہیلی نند گوالے کی بیوی کے وعدے کہ "میں اپنا مولود تیرے بچہ سے تبدیل کر لوں گی" امید بندھائی کہ اب کے جو دیوکی کے ہاں بچہ پیدا ہو گا تماشا بچ جاوے گا۔ ادھر کرشن جی نے ملک عدم سے سر نکالا۔ ادھر بسودھا کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ نند نے نو وارد کو لیکر نریشہ گھاٹ کی راہ ظلمت سے نور کا دیا دلکر منگو گود میں لیا۔ قید اور محافظوں کا پہرا اور جمنا کی طغیانی اگرچہ مانع تھی مگر ماتا کی رنج نے نند کو توکل علی اللہ روانگی پر مجبور کر دیا۔ اندھیری رات میں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دیتا تھا چل نکلا۔ پاسبانوں کی نیند نے پہلا مرحلہ تو طے کر دیا۔ اور جمنا میں رام کا نام لے کر داخل ہوا۔ رکھنے والے نے راہ بنا دی پایاب پار ہوا۔ اور جسودھا کی لڑکی کو واپس لاکر دیوکی کا پستان اس کے منہ میں دیدیا۔ مرغان سحر نے پاسبانوں کو جگا دیا۔ اور کنس کو بھی خبر دی کہ دیوکی کے اولاد ہوئی ہے۔ ظالم نے دل کا بخار بیچارہ بیر کی جان پر نکالا۔ اور جوگ گھاٹ پر دھوبیوں کے پتھر پر مار کر جی کو ٹھنڈا کیا ٭

کرشن جی کی پرورش نے نند کی عزت اور دولت دن دونی رات

آتش گیر مصالحوں سے تیار کرائے۔ اب دریودھن تمام ہستناپور کے سیاہ وسفید کا مالک ہے۔ اور دل میں پانڈووں کے استیصال کا کانٹا بھی کھٹکتا ہے۔ یہ کیوں۔ صرف پانڈووں کی جواں مردی اور حق کی برق نے اس کے تمام خرمن انصاف کو جلا کر خاک سیاہ کر ڈالا ہے اور ہر وقت یہ فکر دامن گیر ہے کہ محل کو چنگاری دکھا کر پانڈووں کی ہستی مٹا دی جاوے۔

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برق خرمن کا ہے خون گرم دہقاں کا

دریودھن کے دل کی آگ کا دھواں یدھشٹر کی چشم بصارت کو دکھائی دے چکا تھا۔ انہوں نے محل کے اندر سے ایک سرنگ کھدوا رکھی تھی۔ الغرض محل کو آگ لگی۔ پانچوں پانڈو ماں سمیت نکل کر جنگل جا پہنچے۔ مگر پانچ مانگتوں کا ماں سمیت جو یدھشٹر کے خوان کرم سے سیر ہو کر وہیں سو رہے تھے، ظلم کی آگ سے سنکار ہو گیا۔ دریودھن کو خبر ملی۔ اور سمجھا کہ تیر نشانہ پر بیٹھا۔ یہاں تک دل بلیغ بلیغ ہوا کہ پھولا نہ سمایا۔ مگر ـــ

با دریچہ خیالیم فلک در چہ خیال
کار یکہ خدا کند فلک را چہ مجال

وارناوت سے نکل کر یہ بے سامان قافلہ جنگل میں ایک بڑ کے نیچے جا سویا۔ مگر بھیم کو اس کی جوانی نے جگا کر سب کا پاسدار بنایا

کی آنکھ میں لگتا تھا۔

بڑھنے کا حوصلہ کسی کا نہ پڑا۔ کرن اٹھا اور کمان کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ دروپدی نے کہا۔ دور ہو۔ او سارتھی کے گستاخ یہ راجوں کا جگ ہے۔ دروپدی تیری کسی صورت سے نہیں ہو سکتی۔ کرن اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔ ارجن نے یہ شرط پوری کر دی۔ دروپدی نے جے مال اس کے گلے میں ڈال دی۔ مگر راجوں نے شور مچایا کہ برہمن سویمبر نہیں جیت سکتا۔ پانڈو کہتے تھے کہ ہم نے شرط پوری کر دی ہے۔ اور جے مال ہم کو مل چکی ہے۔ ہماری طرف کون ہے جو آنکھ اٹھا کر دیکھے۔ ہنگامۂ محشر بپا ہوا۔ ارجن اور بھیم نے وہ بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ کہ بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ آخر سری کرشن جی نے فیصلہ کیا کہ جب جے مال مل گئی۔ اور سویمبر کا خاتمہ ہو چکا تو خون خرابہ کا ہے کا اور یہ بھی ہے کہ پانڈوؤں نے بھی وہ قدم جمائے۔ کہ سب کے دم پھول چکے تھے۔ کسی کی دال نہ گلی۔ اور جدھر سے آئے تھے پسینوں میں نہائے ہوئے چلے گئے۔ اور دروپدی پانڈوؤں کی آوارہ گردی میں ایک اور شریک شامل ہوا۔ اور اور پانڈوؤں کو دروپد راجہ کا ایک نیا سہارا مل گیا +

رات کو کرشن جی اپنی پھوپھی کنتی کو ملے۔ ادھر تو یہ ہوا۔ اُدھر جب کورو ہستناپور پہنچے تو سویمبر پر چہ میگوئیاں ہونے

اور کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار سے۔ آریہ سماج ان سب بری۔ بھلی
باتوں کا منکر ہے۔ مگر ہم ایک دھرم بیر جیتندری کی بابت الزامات کے
تو بالکل منکر ہیں۔ اور یہ ضرور کہتے ہیں کہ وہ ریاضت جوگ کے مرحلے
دمبدم نہایت تیزی سے طے کرنے لگے۔ حتیٰ کہ کامل رکھیشر ہوگئے۔

ادھر کرشن بلرام دونوں بھائی جوانی سے ممتاز ہوئے۔ ادھر
کنس کے کان باسدیو زادوں کی زندگی نے کھول دیئے۔ دل وجگر کانپ اٹھا۔
اور ان کے قتل کے منصوبے گانٹھنے لگا۔

ہر چودس کو متھرا میں دنگل ہوا کرتا تھا۔ اکرور سپہ سالار کی
معرفت صاحبزادوں کو دنگل میں مدعو کیا۔ بلکہ اس کو یہ بھی کہہ دیا تھا
کہ ہمارا منشا ان کا تماشا اور کشتی دیکھنے کا نہیں ہے۔ قتل کا ہے۔ موقع لگے
تو یہاں تک تکلیف دینے کی بھی ضرورت نہیں۔ مگر ع

کجا باز پرد درمقابلہ عصفور   کجا ستارہ زند چشم خیرہ برخورشید

اکرور بے ادبی نہ کر سکا۔ اور دنگل میں لا حاضر کیا۔ دل کنس
بدباطن نے ہاتھی سے ان کا مقابلہ کرایا۔ وہ ہلاک ہوا تو پھر دو پہلوان
کشتی کو نکلے۔ مگر پیٹھ دکھا کر ملک عدم کو بھاگ گئے۔ تو کرشن کی فوج
گوالے خوشی میں آکر ناچنے لگے۔ کنس نے حکم دیا کہ باسدیو کو تلوار کے
گھاٹ دریائے حیات کے پار اتار دو۔ اور کرشن۔ بلرام اور گوالوں کو
نکال دو۔ اس حکم کی تعمیل کو آگے کون بڑھتا۔ مگر پرانی عداوت جو گوالوں
کے دل میں تھی۔ اور ظلم کا غصہ کہ جو کرشن جی کے سینہ میں موجیں مارتا تھا

نے وہاں اندرپرست بسا کر ملک کو وہ رونق دی کہ ہستناپور اس کے سامنے پانی بھرنے کا آرزومند تھا۔

پانڈوؤں میں معاہدہ تھا کہ اگر ایک شخص دوسرے کے آرام میں خلل انداز ہو تو بارہ برس صحرا نوردی کرے۔ ایک دن ایک برہمن کی استمداد کے لئے ارجن مسلح ہونے کو اندر گیا۔ وہاں یدھشٹر سویا ہوا تھا۔ خیر برہمن کو فائز المرام کیا۔ مگر بن باس کی کڑی اٹھانی پڑی سچ ہے۔ ؎

مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہیں
ایک چکر ہے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں

روانہ ہوا پہلے جا کر گنگا کے اشنان سے دل کا اطمینان کیا۔ اور رشیوں کی زیارت سے دیدۂ بصارت میں معرفت کا کحل الجواہر لگایا۔ پھر پرسرام سے تکمیل تیر اندازی و فنون حرب کی۔ ساحل سمندر کی سیر کرتا ہوا منی پور جا کر وہاں کی راج کماری چترانگد سے شادی کی۔ . . . . . اور سیر کرتا ہوا دوارکا پہنچا۔ یہاں سبھدرا کرشن جی کی بہن سے شادی کی۔ اب بارہ سال ختم ہوئے۔ اور ارجن اندرپرست آپہنچا۔

پانچوں بھائی جمع ہوئے۔ اور حسب ایمائے یدھشٹر تجویز یہ ہوئی کہ اشومیدھ یگ سے سلطنت اور نام کی قوت اور شہرت کو چار

داؤں ہے کہ چوسر بچھاؤ۔ اگر قسمت ہے تو پوں بارہ۔ ورنہ اور طرح تو بادی النظر میں یدھشٹر کے معاملہ میں تمہارے تین کانے تو ہیں ہی۔

دریودھن نے الٹی سیدھی تقریروں۔ ضد اور اصرار سے شوے بہا کر دھرت راشٹر کو بھی اس پر رضامند کر لیا۔ بدر گیا کہ تاؤجی بلاتے ہیں۔ پانڈو حاضر ہوے۔ دو تین دن مہمانیاں کھا کھلا کر چوسر بچھا اور پانسہ شروع ہوا۔ ادھر یدھشٹر جیسا ست پوت۔ اُدھر دریودھن اور اس کا شیطان شکنی۔ یہ ایک ایک کرکے مال۔ دولت۔ حکومت بھائیوں اور اپنی ذات اور بیوی سب کو ہار گیا۔ یہ رات کامی اور دوہساسن (دھرت راشٹر کے چھوٹے صاحبزادے) نے سخت دریدہ دہنی سے دروپدی کی بے عزتی کی۔ سر دربار بلوا کر رسوا کیا۔ اس پر بھیم کی غیرت کا دریا جوش زن ہوا۔ اور بولا کہ جب تک میں دریودھن کے زانو نہ توڑلوں۔ اور دوہساسن کا چلو بھر خون نہ پی لوں کشتی کا جینا نہیں ✦

تکمن کی مشفقانہ تقریروں نے کوروؤں کو سخت شرمندہ کیا جب بیاکار دھرت راشٹر نے بزم اور اہل بزم کو عزت اور ایمان سے برکنار دیکھا۔ تو بیٹیوں پر ناراض ہوا۔ اور بھتیجوں کو پھر اندر پرست کو روانہ کیا۔ اندر پرست والوں کو تو رے سے کچھ استغفار دہ نہ کرنے دیا ✦

پانڈو واپس چلے گئے۔ دریودھن اور شکنی لئے ہوئے گھونٹ پی پانڈوؤں کو پھر واپس طلب کیا۔ اور پھر چوسر بچھا۔ یدھشٹر کا وہی حال تھا۔ کلام ہیں کچھ یاد نہ رہتا۔ وہ نقرہ بھی بھلا دیا۔ اور پھر سب کچھ

اب جراسندھ کا جب کوئی داؤں نہ چلا تو کمینی باتوں پر اتر آیا۔ بدار بھ کے راجہ بھیشم کی بیٹی رکمنی کی شادی کا بندوبست اندرونی طور پر کرشن جی سے ہو چکا تھا۔ مگر جراسندھ نے بھیشم کو ایسا کچھ ڈرایا کہ رکمنی کی سگائی سسپال کرشن کے پھوپھا سے ہو گئی۔ ادھر سسپال برات لے کر روانہ ہوا۔ ادھر سے کرشن اور بل بھدر وغیرہ بھی جا پہنچے۔ اور رکمنی کو جو مندر سے پوجا کر کے آ رہی تھی لے اڑے۔ رکمن بھیشم کا فرزند تعاقب کو نکلا اور مقابلہ کر کے شکست پائی۔ بلکہ رکمنی کی سفارش سے بھائی کی جان بچائی۔ سوائے رکمنی کے کرشن کی اور بیویاں بھی تھیں۔ جاہل تماشا کرنے والے تو سولہ ہزار بتاتے ہیں مگر ہم اس بات کے مخالف ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ افراط زوجات مراد قوائے نفسانی سے ہے جو سب کرشن نے بس میں کر لئے تھے ورنہ بیویاں تو اسی قدر ہوں گی جس قدر طاقت بشری کا اقتضا تھا۔

اب کرشن کو اپنی بہادری دکھلانے کا موقع آیا۔ آسام (کامروپ) کرناٹک۔ بنارس کو فتح کیا۔ اور پھر راجہ پنچال درو پد نامی کی صاحبزادی کے سوئمبر پر گئے۔ اس سوئمبر کو ارجن جیتا۔ اور پانڈو اس وقت کوروؤں کے خوف سے برہمن بنے ہوئے بن بن پھر رہے تھے۔ ارجن کہتا تھا کہ سوئمبر ہم جیتے ہیں مگر کھتری کہتے تھے کہ سوئمبر میں برہمن کا شمول ناجائز ہے۔ لڑائی ہوئی۔ ارجن اور بھیم نے بڑھ بڑھ کر ہاتھ دکھائے۔ مگر دروپدی نے جیمال ارجن کے گلے ڈال دی تھی۔ اور کرشن نے فیصلہ دیا کہ جب یہ لوگ سوئمبر جیت چکے تو اب جھگڑا کیا ہے۔ راجے مہاراجے سب دب گئے۔

اور پتا پتا جاسوس اور تنکا تنکا دشمن ہو۔ اور دویت بن میں مشورہ ہوا کہ کیا کریں ؛

اگرچہ دویت بن میں اول دفعہ گندھرپوں کی جنگ میں دریودھن کی جان ارجن نے بچائی تھی۔ مگر داؤں لگے پر کون چوکتا ہے۔ نہایت سوچ کے بعد متھرا کے نزدیک براٹ نگر کو روانہ ہوئے۔ اور راہ میں سنسان جنگل میں جاکر بھیس بدلا۔ یدھشٹر میر شکار اور مصاحب بنا۔ اور کنک برہمن نام رکھا۔ بھیم سین تور سویا بنا۔ ارجن ہیجڑا برہنلا بچوں کا اتالیق اور علم موسیقی کا استاد۔ سہدیو۔ تنت پال گئوشالہ کا منتظم۔ نکل گرنتھک گھوڑوں کا مبصر۔ دروپدی سیرندھری مشاطہ بنی۔ راجہ براٹ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہر کیا کہ ہم مہاراج یدھشٹر کے ملازم ہیں۔ مگر کیا جانئے ان کو مصیبت کا بھوت کہاں کہاں لئے پھرتا ہے۔ جیتے ہیں کہ مر گئے۔ آج تک جوان کی درگاہ سے ملا تھا اس پر گذارہ کیا۔ اب کارد باستخوان رسید۔ دو روٹیوں اور پیالہ پانی کے محتاج ہیں۔ ہمیشہ تابعداری اور خدمت گذاری کو حاضر ہیں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

راجہ نے سب کو ملازم رکھ لیا۔ اور سوندھری کو رانی کی خدمت میں بھیجدیا۔

عاقبت اندیش سوندھری نے عام مشہور کر دیا تھا کہ پانچ گندھرپ میرے عاشق ہیں۔ میری شادی بیاہ اور محبت اور ہر ایک

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

آخر تجہیز تکفین ہوئی اور تجویز یہ ٹھیری کہ سودرشن کو مرحوم کے ساتھ ستی کیا جاوے۔ باندھ کر لے چلے۔ مگر جب وہ نگم بودھ میں پہنچے تو دیکھا کہ دور سے ایک گرانڈیل۔ کالا بھجنگا تناور درخت کو جھنڑی سے لئے لمبے لمبے ڈگوں سے نہایت سرعت کے ساتھ مرگھٹ کو آرہا ہے۔ یہ مصیبت کا موقع تھا۔ کوئی فوج تو ساتھ ہے نہیں تھی۔ آتے ہی بھلے لوگ نے نہتے ماتم زدوں کی درخت سے مرمت کرنی شروع کردی۔ بہتیرے بھاگ گئے۔ اور بیسیوں زخمی ہوگئے۔ اور جو مر گئے ان کا اور نیچیک کا سنسکار کیا گیا۔ اور مشہور ہوا کہ یہ سودرشن کا گندھرب تھا۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔ ع

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

یہ خبریں ایک کی دو دو ہو کر ہستنا پور پہنچیں۔ تو کرن۔ شکنی۔ اور سب اخوان الشیاطین نے کہا کہ گندھرب وغیرہ یہ سب بہانے ہیں۔ اور جھوٹے اور بناوٹی فسانے ہیں۔ در اصل یہ سب پانڈووں کی کارستانی ہے۔ چلو بیراٹ پر حملہ کردو۔ اگر پانڈو مل گئے تو پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ ورنہ نیچیک بہادر تو مر ہی گیا ہے۔ بیراٹ پر ہمارا قبضہ ضرور ہی ہو جاوے گا۔ بہر دو صورت ہماری چاندی ہے ؎

بچھ نہ کچھ یار کے ہم کوچہ میں کر جائیں گے

کچھ مدت بعد ارجن کو شوق قدم بوس دوارکا کو لے گیا۔ اور ارجن کی شادی کرشن کی بہن سوبھدرا سے ہوگئی۔ پھر کرشن اور ارجن اندرپرست میں آئے۔ اور بدھشٹر کو راجسو جگ کی سوجھی۔ کرشن نے کہا کہ جرا سندھ کی موجودگی میں یہ ارادہ مشکل ہے۔ اور اس کے سر کرنے کو کرشن۔ ارجن بھیم گئے۔ پندرہ دن کشتی رہی اور جرا سندھ قتل ہوا۔ واپس آئے۔ اور راجسو یگ شروع ہوا۔ کرشن اور سسپال کی لڑائی میں سسپال کا خاتمہ ہوا۔ اور یگ سمپورن ہوا +

اس اشومیدھ جگ کی جلوہ افروزی نے دریودھن کی حاسدانہ نگاہوں کو آگے سے سوا چکاچوندھی میں ڈال دیا۔ اور ایک نئی چال چلا۔ یعنے جوا کھیلنا چاہا۔ پانڈو راج پاٹ ہار گئے۔ اور بن باس کو نکل گئے۔ بارہ برس کاٹ کر تیرھواں برس راجہ وراٹ کے ہاں گمنامی میں ملازمت کر کے کاٹا۔ آخر خدا خدا کر کے یہ کافر مرحلہ بھی طے ہوا۔ تو سلطنت واپس طلب کی۔ مگر وہاں سے صاف جواب ملا۔ لڑائی ہوئی۔ کوروں کی صفائی ہوئی۔ یدھشٹر راجہ ہوا۔ اور پھر اشومیدھ یگ کیا +

مہابھارت کے جنگ سے پورے چھتیس ۳۶ برس کے بعد جادووں کی خانہ جنگی نے ان کا خاتمہ کر دیا۔ بلرام نے اسی غم میں سمندر کے کنارے پران تیاگ دیئے۔ کرشن جی نے سمادھی لگائی۔ دور سے کسی بہیر شکاری نے ہرن جان کر تیر مارا۔ اور خاتمہ کر دیا۔ ارجن کو خبر ہوئی۔ گئے۔ اور وہ گلزار دیا نتیہ بیچراغ و درانغ دیکھ کر حیرت ہوئے۔ [illegible]

میں کرشن جی معہ بلرام اور ساتک بہادر کے آپہنچے۔ راجہ دروپد
اور اور راجہ مہاراج بھی حاضر خدمت ہوئے۔ اور صلاح مشورے
ہونے لگے۔ آخر بات یہ ٹھیری کہ اگر کورو حق داروں کا حق ہنسی خوشی
دیدیں۔ تو بہت بہتر ورنہ تلوار سے فیصلہ ہو +

اول بسم اللہ دروپد کے پروہت نے کی اور پیغام لے کر
ہستناپور گیا۔ ادھر سے سنجے۔ (دھرت راشٹر کا پرائیویٹ ..
سکرٹری آیا)۔ پھر ادھر سے کرشن جی سفیر بن کر گئے۔ اور ہزاروں اونچ
نیچ دکھلائے مگر صلح نہ ہوئی۔ آخر یہ بھی کہا گیا۔ کہ حق نہ سہی تم پانچ
گاؤں ہی دیدو۔ کہ ان کا گذارہ چلے۔ مگر لاتوں کے بھوت باتوں سے
کب مانتے تھے۔ صلح نہ ہوئی پر نہ ہوئی۔ اور اس قدر ندرت
میں یہ ضروری ہوا کہ طرفین کے لشکر اور مددگار جمع ہو گئے +

اس جنگ کو پانڈوؤں میں یدھ . . . روؤں میں دریودھن
سرن۔ شکنی اور دوساسن کے سوا سب ناپسند کرتے تھے۔ مگر یہ اٹل
او ستیاناسی جنگ ہوا پر ہوا۔

پانڈوؤں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن۔ بلرام۔ ساتک
(جادو بہادر) راجہ بیرٹ۔ راجہ دروپد۔ اور دروپد کے فرزند دھرشٹد
دمن اور کرشنا۔ سہدیو (راجہ جراسندھ کا بیٹا) اتر۔ سویت۔ سشنکر
(راجہ بیراٹ کے بیٹے) گھٹوٹ کچ (بھیم کا بیٹا) ابھمن (ارجن کا بیٹا)
شکھنڈی بہادر۔ یہ سب لے لشکر اور زنانہ صورت تھا۔ اور بھیشم پتامہ کی

اے کوروچھیتر۔ اے سیاہ زمین۔ اے لوح مشق رجال۔ اے شہر خاموشان۔ اور اے بدبخت ہندوستان کو ستاصل کرنے والی بربادی بخش بزمگاہ۔ تجھے وہ حالات یاد ہیں۔ جو یہاں گذرے۔ تجھے ان رشک رستم اور غیرت اسفندیار سیمین تن اور روئین بدن بہادروں کے کارنامے معلوم ہیں۔ جو یہاں خاک میں پیوست ہوئے۔ تو نے کیسے کیسے جوانمردوں کا خون پیا اور ڈکار تک نہ لیا۔ تو نے کیسی کیسی جمی ہوئی اور پشتینی حکومتوں کا نام ونشان مٹایا۔ ہندوستان کی تہذیب تجھ سے غارت ہوئی۔ انڈیا کی جہجاہی کا نشان تو نے گرایا۔ تو نے بڑے بڑے اولوالعزم عالی مرتبہ سکندر منش بہادروں کے گوشت کھائے۔ اور کروٹ نہ بدلی۔

ظالم تو نے ہی پرتھی راج کو غارت کیا۔ ہندوستان کا رہا سہا جاہ وجلال مٹایا۔ سوریوں کو برباد کرکے اکبری سکہ ملک پر لگایا۔ مرہٹوں کی جڑھ بیخ ہوا برد کرکے احمد شاہ ابدالی کی جے کی +

ہائے اے کوروچھیتر کی زمین! تو ہندوستان کی ڈائن ہے۔ جس نے اپنے سپوت بچے کھائے ؎

جمشید کہاں اور کہاں شان کیانی　　لنکا میں نہ وہ سر ہے نہ راما کی نشانی

شکنتلا دریا شا رکھی کی لڑکی تھی جس کی شادی دشینت سے گندھرپ طور سے ہوئی تھی۔ شکنتلا کی ماں مینکا پری تھی۔ جس کو راجہ اندر نے دریا شا کی عبادت خراب کرنے کو تپوبن روانہ کیا تھا۔ کیونکہ اس کو خوف تھا کہ مبادا یہ عابد میرا درجہ حاصل کرے۔

راجہ بھرت کی ولادت سے راجہ شانتنو بڑا صاحب اقتدار ہوا ہے اس کی رانی گنگا بھیشم پتامہ ایک فرزند چھوڑ کر راہئے ملک بقا ہوئی۔ بھیشم پتامہ اگرچہ ہمہ صفت موصوف اور نہایت قابل اور تابعدار شہزادہ تھا۔ مگر دوسرے فرزند کی آرزو اور ستیہ وتی نا خدا زادی کے عشق نے بھیشم کے حقوق کو اپنے شوق پر قربان کر دیا۔ اور نئے طور سے رشتہ فرزندی کو راجہ شانتنو نے تازہ کیا۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

رانی گنگا سے دو بیٹے ہوئے چترانگد اور وچتر ویریہ اور شانتنو چل بسا۔ بھیشم پتامہ نے چترانگد کو راج تلک دیا۔ مگر یہ بھی ایک لڑائی میں کام آیا۔ پھر وچتر ویریہ تخت پر بیٹھا۔ مگر اس کو تپ دق نے صاحب فراش بنایا۔ بیاس جی نے حکمت عملی سے ان کو تین اولادیں دلوائیں۔ دھرت راشٹر۔ پانڈو۔ بدر۔ اور یہ غنیمت ہوا ورنہ بھیشم کے پرن نے سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

وچتر ویریہ فراش بیماری سے دق ہو کر ملک عدم کو چلا گیا۔ دھرت راشٹر اندھا تھا۔ اس واسطے بھیشم اور ستیہ وتی کے حسب مرضی

صحرائے عدم میں پہنچا دیا۔ کوئی نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہ رہا۔ کرشن نے ارجن کو بلایا کہ جس قبیلے کا نس نہس ہو گیا۔ آؤ اور بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرو۔ بلرام کو بھی غم سے خودکشی کا شکار کر دیا ہے میں نے دنیا سے منہ موڑ کر سمادھی جمالی ہے +

ارجن روانہ ہوا۔ مگر وہاں پہنچنے سے اول کسی شکاری نے کرشن جی کو ہرن خیال کر کے تیر سے گمت لوک میں پہنچا دیا تھا یہ باقی ساتی کو سمیٹ کر چلے۔ راہ میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ مرتے دُکھ بھرتے ہستناپور پہنچے۔ یدھشٹر اور تینوں بھائیوں کو روداد سنائی۔ دُنیا کی غداری اور بے وفائی سب کی آنکھوں میں آئینہ ہو گئی۔ یدھشٹر نے بجر کرشن کے پوتے کو اندر پرست میں۔ اور پر یکھیت ارجن کے پوتے کو ہستناپور میں تخت پر بٹھایا۔ پھر پانچوں پانڈو۔ دروپدی سمیت ہمالہ پر سمادھی لگا کر جا بیٹھے۔ اور وہاں سے موکش لوک میں جا پہنچے۔ والبقا للملک المعبود +

اے چرخ فلک خرابی از کینۂ تست | بیدادگری شیوۂ دیرینۂ تست
اے خاک اگر سینۂ تو بشگافند | بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست

تنویر

یہ کتاب گیتا سری مہاراج کرشن جی کی ہدایات کا مجموعہ ہے جو بر موقع جنگ مہابھارت ارجن کو کیں۔ ارجن نے جب دیکھا کہ مدمقابل

ادھیائے دوم سانکھیہ یوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ دُنیا سدا کال اس طرح ہے۔

روح ازلی اور ابدی ہے۔ یہ بچپن۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ زید۔ عمر۔ روح کا لباس یا بھیس ہیں۔ ایک سوٹ پرانا ہوا۔ دوسرا پہن لیا۔ پس بناوٹ کا غم لاحاصل ہے۔ دُنیا میں نہ کوئی مرتا ہے نہ مرے گا۔ فنا روح کو نہیں ہے تو پھر اس تبدیلی کا رنج بے فائدہ۔ اور بے علمی کا نتیجہ ہے اور سرے سے یہ غم بھی تو کوئی ذات کوئی شے نہیں ہے۔ یہ رنج و خوشی بیرونی تعلقات سے حواس پر مسلط اور مستولی ہو جاتے ہیں۔

حواس پانچ ہیں۔ سپرش (لامسہ) گندھ (شامہ) رس (ذائقہ) روپ (باصرہ) شبد (سامعہ) جو بذریعہ کان۔ پران۔ اوان و پان۔ چند پرمانو (ذرات) انسان کے حواس پر گرتے ہیں۔ اس تعلق کا نام سپرش ماتر ہے۔

جب نفس انسان بے یاد خدا ہوتا ہے تو اس سپرش سے ہنکار (پندار) ہوتا ہے۔ پندار سے سردی۔ گرمی۔ لذت۔ آواز۔ نرمی۔ بو معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی اشیا باعث آرام و راحت یا رنج و تکلیف ہیں۔ تو جس طرح اصل بے اصل ہے اسی طرح یہ رنج و غم وغیرہ بے اصل ہیں ان کا خیال فضول ہے۔

نے غم ز امید و فارغ از یاس و ہراس ۔ این است عبادت فقیراں بشناس

نیز خود مستمند و باحقیقت بستند ۔ نے خطرہ و نے تفرقہ و نے وسواس

مگر پانڈو اور کنتی بھی اپنے حال سے غافل نہ تھے۔ حکومت کی باد اور تمنا دل میں نوکِ نشتر کا کام دیتی تھی۔ اگرچہ دم سادھے ہوئے تھے مگر دل پر ہمیشہ سانپ لوٹتا تھا۔

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ تمام راج کمار پانڈو اور کورو کرپا اچارج کی تعلیم سے فارغ ہو کر درونا اچارج کی زیر اتالیقی کامل ہوئے۔ اشوتھاما درونا کا بیٹا بھی راج کماروں کا ہمدرس اور ویسا ہی بہادر تھا۔ اور آخر امتحان پر کھل گیا کہ سب سو فیصدی پر پاس ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ رقابت اور عداوت کا بھی بہادر جسموں میں عنصر طبعی موجود ہے۔

درد ہے سینہ میں اور منہ کو جگر آتا ہے
بیٹھ کے پہلو میں دل کو ہے مسلتا کوئی

دل کی آگ بھڑک کر اب شعلہ زن ہوئی۔ کنک وزیر کی مصلحت سے دھرت راشٹر نے دونوں کو جدا جدا رکھنا مناسب خیال کیا کہ مبادا گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔

پانڈوؤں کو وارنادت کا علاقہ دیا۔ اور وہاں ان کے واسطے محل۔ باغ اور تمام سامان معیشت و معاشرت تیار کرا دیئے۔ مگر درا اور دریودھن کی شرارت سے محلہ [illegible] لاکھ وغیرہ

سب باتیں ترک حرص وآرزو سے ملتی ہیں۔ اور یہاں سے دوامی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی ابتدا ہمدردی اور غایت نجات اور خوشی ہے۔

قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند | قومے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
بیدل ہمہ را بحال بد مے بینم | خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

ادھیائے سوم کرم یوگ

یہ باب باب دوم کی تشریح ہے

آدمی دو قسم ہیں۔ اہل حرص و اہل عرفان۔ حریص لالچ میں ہی مر جاتے ہیں۔ اور دوزخ ان کا ٹھکانا ہے۔

عارف کا ہر ایک کام بلا غرض ہوتا ہے۔ اور نتیجہ اس کا آرام مخلوقات ہے۔

فعل جسم کا خاصہ ہے۔ اور جسم میں فعل کی پیدائش قدرتی ہے جس کو پرکرتی کہتے ہیں۔ جو انسان کے ساتھ سایہ کی مانند ہے۔ اسی حرکت۔ حرارت۔ بارش۔ غلہ مختلف صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اکاس (خلا) وایو (ہوا) اگنی (آگ) جل (پانی) پرتھوی (زمین) اس کی مختلف اشکال ہیں۔

فعل انسان کا خاصہ ہے۔ مگر بے تعلق اور بے آرزو نتیجہ کرے تو محرم راز ہے۔ ورنہ مجرم اور لالچی۔

مجرم محرم اِکا صورت میں سویاں ایسے ہاوے | مستاں ایہہ بندی مجرم والی محرم اُتے آوے

ادھیائے ششم آتم سنجم جوگ

اس میں بتایا گیا ہے کہ جسمانی تعلقات اور افعال کا یوگ کے ساتھ تعلق اس وقت تک ہوتا ہے۔ جبتک کشف القلوب نہیں ہو جاتا پھر مشاہدۂ جان کے بعد قوائے اندرونی کا کام ہے۔

عزلت ز خودی و خویشتن می باید   خلوت ہمہ بے جان و بدن می باید
بیشک عملے و ہمتے و شوقے بہتر   نے آنکہ دریں کار سخن می باید

ادھیائے ہفتم گیان وگیان جوگ

اس میں علم اشراقی کا بیان کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ جو کچھ ہے سب میرے صفات ہیں۔ خاک۔ آب۔ ہوا۔ آگ۔ خلا۔ دل۔ تعقل۔ انانیت۔ زندگی۔ من (مدرکہ)، بدھ (ممیزہ)، چت (متخیلہ)، اہنکار (حافظہ)۔ یہ سب میرے صراط المستقیم کے رہنما ہیں۔ اکاش۔ پون۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی میرے مظاہر ہیں۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

قدرت نے اپنے نیرنگ سے لطیف سے کثیف۔ کثیف سے لطیف کی طرف نزول کر کے اپنا ظہور دکھایا ہے۔ یہ سب پانچ عناصر ہیں۔

کان آواز سنتا ہے۔ جو خلا میں شبد کو سمجھتا ہے۔ چمڑا سپرش

رات ہڑمبا راکشش کے حملہ کو روک کر اس کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا۔ اور وہ یہاں تک رام ہوئی۔ کہ غلام بے دام ہو کر گندھرپ وواہ کیا۔ گھٹوت کچ بھیم کا لخت جگر اسی کا نور نظر تھا۔

پانڈووں کی صحرا نوردی کے حالات کی تحریر سے قلم کے پاؤں آبلہ خیز اور چشم دوات اشک ریز ہے۔ روز نئی مصیبت اور ہر صبح نیا حادثہ۔ آخر بیاس کی ہدایت سے ایکچکرا پوری میں ایک برہمن کے ہاں برہمن بن کر جا رہے۔

چہ شد فریفتہ بر حال خاکساری ما
بہر زمیں کہ رسیدیم آسمان دیدیم

یہاں کدمب راکشش کو ہر روز ایک آدمی کا گوشت بطور ضیافت ملتا تھا۔ اور آج میزبان برہمن کی باری تھی۔ بھیم نے اپنی جان جوکھم میں ڈال کر کدمب کو صحرائے عدم کی ہوا کھلائی۔ ساری چکرا پوری نے طوق احسان اپنے گلے میں ڈالا۔ اور پانڈوؤں کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ کچھ مدت ستاتے تھے کہ دروپدی کا سوئمبر سُنا۔ روانہ ہوئے۔ دریودھن۔ کرن وغیرہ ہر ملک کے راجے مہاراجے یہاں قسمت آزمائی کو موجود تھے۔ مگر شرط کڑی تھی۔ کہ ستون پر مچھلی نصب تھی۔ اس کے نیچے چکر گھومتا تھا۔ ستون کے پاؤں میں چھوٹے پر ایک تیل کا کڑاہ تھا۔ قادر انداز وں کو لٹکتے ہوئے تیل سے دیکھ کر نشانہ باندھ کر لگانا تھا۔ جو گھومتے ہوئے چکر سے گذر کر مچھلی

ہوتا ہے۔

سرحیم
عشق دانی چیست دست از جان و دل برداشتن
از خود و اند ہرچہ غیر اوست دل برداشتن

اس ادھیا میں دکھشائن اور اترائن کا ذکر ہے۔ کہ جب سورج قطب شمالی کی طرف ہو تو اس وقت جو رکھشی مرتے ہیں موکش پاتے ہیں۔ اور قطب جنوبی میں ہو تو پھر آواگون ہوتا ہے۔

جگوں کا بھی اس ادھیائے میں ذکر ہے۔ ست یگ = سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار سال۔ تریتا یگ = بارہ لاکھ چھیانوے ہزار سال۔ دواپر کی عمر = آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار سال۔ اور کل جگ = چار لاکھ بتیس ہزار سال میزان کل تینتالیس لاکھ بیس ہزار سال۔ یہ برھما کا ایک دن ہے پھر اتنی ہی مدت رات ہو جاتی ہے۔ رات کو برھما سو جاتا ہے۔ اور مخلوقات کا کام بند ہو جاتا ہے۔ بیدار نے پہلے سے ہے۔ پھر جاگتا ہے۔ اور کام شروع ہو جاتا ہے۔ اور ایسے ہزار سال بعد برھما مر جاتا ہے۔ اور مہاں پرلے (حشر عظیم) ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں از سر نو پیدائش کا کام شروع ہو جاتا ہے اور دنیا بنتی ہے +

لے سورج کے وجود سے روشنی اور عدم سے ظلمت کا وجود ہے تو روشنی گیان اور ظلمت جہل ہے۔ تو اس کی یہ تاویل ہوئی کہ وہ رکھی لوگ جن کا آفتاب علم اترائن ہوتا ہے۔ نجات پاتے ہیں۔ اور جب کہ جہل کے سبب ظلمت اور پندار کا پردہ ان کے دل کے آگے آ جاتا ہے۔ تو دوزخ میں پڑتے ہیں ۱۲

اِس سے آگے دموں اور حواسوں سے کام نہیں چلتا۔ یہاں من اور بدھ کے ضبط کا انتظام ضروری ہے تو اس منزل کا خاتمہ اس سے دوچند قوت پر منحصر ہے۔ یہ آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار ہوئے۔ یہ دواپر یگ ہے +

چت کی منزل شامل ہو کر کل یگ کے تگنے بارہ لاکھ چھیانوے ہزار ہوئے۔ یہ ترتیا یگ ختم ہوا +

اہنکار کی منزل طے کرنے کو اب کل یگ کے چوگنے سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار ہوئے۔ اور ست یگ ختم ہوا +

اس سے یہ مراد ہے کہ اتنے مراحل طے کرنے کے بعد گیان (فنا) جو برہما کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے۔ اور اگر یہاں آکر انسان غافل ہو جاوے۔ تو برہما کی رات ہے یعنے پچھلا کیا کرایا اکارت گیا۔ پھر شروع سے محنت کرے۔ اور کل محنت کے بعد پھر غافل ہو جاوے تو قیامت اعظم ہے۔ اور پھر حواس ردّیہ وغیرہ از سر نو مخلوق ہو جاتی ہیں۔ شروع سے محنت کرے۔ ورنہ نرک اور بُری حالت ہے۔ مترجم

ہزار سال عبادت کنی و سر بسجود
مبند چشم کہ از دست می رود مقصود

اِس سب سے یہ مطلب ہے کہ نفس کی شرارت سے زنہار

لگیں بھیشم پتامہ نے کہا کہ سویمبر برہمن نہیں جیت سکتا۔ اور دنیا میں ارجن کے سوا کون ایسا کمان دار اور علم انداز ہے۔ جو سویمبر کی ایسی کڑی شرط پوری کرے۔ دریودھن بولا۔ وہ تو برناوت میں بھسم ہو چکے کیا اب دوسرا جنم ہے بدر نے کہا پانڈو ہر چند سادہ ہی سہی مگر پھر بھی ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے جو ایسے کمزور داؤں میں آجاویں۔ میری نظر ضرور غلطی نہیں کرتی۔ سویمبر جیتنے والے پانڈو ہیں۔ اور جب ٹھیک طور پر یقین ہو گیا۔ سویمبر پانڈو نے جیتا تو دریودھن کی ماں مر گئی۔ اور دھرت راشٹر کی آنکھیں کھلیں کہ اب تو پانڈوؤں کے طرف دار بھی بہت بن گئے ہیں۔ کہیں ہاتھوں کی دی ہوئیں دانتوں سے نہ کھولنی پڑیں۔ اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ فوراً اندھے نے ہرکارے دوڑا دیے جو پانڈوؤں کو جا کر لائیں ؎

بدر اور کنک گئے۔ پنچال میں جا کر عرض حال کیا۔ بہت قیل و قال کے بعد راجہ دروپد نے کہا کہ میں پانڈوؤں کے جانے پر خوش نہیں۔ دریودھن کا خوف دامن گیر ہے۔ آگے اور بات تھی ہاں اگر سری کرشن ضمانت دیدیں۔ تو منظور ہے۔ سری کرشن جی نے فرمایا کہ پانڈوؤں کا وطن میں جانا انسب ہے ؎

العرض پانڈو ہستناپور میں گئے۔ اور اب دھرت راشٹر نے کھانڈو پرست کا سنسان جنگل علاقہ پانڈوؤں کو عطا کیا۔ مگر یدھشٹر

دوم۔ انسان تین قسم ہیں۔ بد۔ نیک۔ عارف۔ بد تو جاہل متکبر۔ غافل اور لذات دنیا میں منہمک ہوتے ہیں۔ نیک موحد۔ عابد۔ اور طابع اور مطیع احکام الٰہی ہوتے ہیں اور مدارج اعمال پر ملتے ہیں۔ عارف حق و باطل کی تمیز کرتا ہے عالم جلوہ صفات ہوتا ہے۔ پندار کو موہوم شے جانتا ہے بیم و رجا سے آزاد ہوتا ہے۔ اور علم ذات میں خوش رہتا ہے۔

سوم۔ ترک انانیت۔ اس سے علم ذات حاصل ہوتا ہے اور نجات ملتی ہے۔

اودھیائے دہم بھبوت جوگ احکام قوائے صفاتیہ سے مخلوق ہوتے ہیں۔ جو کہ قدرت کی اشکال مختلفہ ہیں۔ وہ آپ ہی تماشا گر ہے۔ اور آپ ہی تماشا بین ہے۔ ان تمام باتوں کی شناخت ترک پندار سے حاصل ہوتی ہے۔ اور وہی عرفان ہے عارف واصل ذات ہو کر مسرور ہوتا ہے۔

در دل مے کشاید دیدہ از اغیار پوشیدن
کلید قفل دل باشد نگہ از خویش دزدیدن

اودھیائے یازدہم روپ درس جوگ۔ اس میں

جسم و جان کی توضیح ہے۔

ادھیائے چہاردہم ترگن بھاگ تعلقات جسم و جان کا بیان ہے۔ ست رج اور تم کی ماہیت ہے اور یہ کہ افعال اور گنوں کا تارک گن آتیت بن کر نجات حاصل کرتا ہے۔

ادھیائے پانزدہم پرکھشوتم جوگ اس میں پچھلے ابواب کا اعادہ کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ لالچ اور حرص سے بیزار اور آزاد ہونا معرفت کا حصول ہے۔ اور یہ عشق خالص اور محبت کامل سے ممکن ہے۔ عارف کو وصال ہے اور یہی وصال نجات ہے۔ مگر یہ کام مشکل اور محنت طلب ہے۔ کہئے جاؤ طلب صادق اور عشق کامل ہے تو پہنچ جاؤ گے۔

بشکل انفصال افتد چو پیوندے برید از ہم — برحمت قطرہ دریا میشود چوں قطرہ شد دریا
بدریا قطرہ پیوند دگر دریاست در معنی — حباب و موج ہم آیند چرا دور و طرف افتادی

ادھیائے شانزدہم دیوا سپرسینت جوگ اس میں اعمال صالح کی فہرست ہے۔

ادھیائے ہفدہم تری بھاگ۔ خدا کی یاد اور ستوگن فعال صراط المستقیم ہے

ادھیائے ہشتدہم سنیاس جوگ۔ وصلان الٰہی کی کیفیت ہے

و من دق باب الکریم انفتح ؎

چاند لگائے جاویں۔

کرشن جی کو دوارکا سے بُلایا۔ مگر انہوں نے کہا کہ جراسندھ کا جب تک قلع قمع نہ ہو جاوے یہ جگ سپورن ہونا محال ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی ارادہ کا آرزومند ہے۔ ضرور مزاحم ہوگا۔ پہلے اس کا بندوبست کریں۔ کرشن۔ ارجن اور بھیم ادھر روانہ ہوئے۔ اور جاکر بھیم نے پندرہ دن کی کشتی کے بعد جراسندھ کو قتل کیا۔ کرشن نے سہدیو جراسندھ کے فرزند کو تخت پر بٹھایا۔ اور تمام کھتری راجوں کو قید سے چھوڑ کر اپنی اپنی راجدھانیوں کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔

واپس آئے۔ تو بھیم ارجن۔ نکل۔ سہدیو چاروں شہزادے فتوحات کو روانہ ہوئے۔ چین۔ ختن۔ لنکا۔ سماٹرا۔ پنجاب وغیرہ ممالک کو فتح کرکے اندر پرست میں واپس آئے۔ اور یگ کی تیاری ہوئی۔ دیس دیس کے راجے مہاراجے حاضر ہوئے۔ مگر ان دنوں میں چندیری کا راجہ سسپال سری کرشن سے دو بدو ہو گیا۔ اور مارا گیا۔ الغرض جگ ختم ہوا۔ اور تمام راجے مہاراجے خوشی خوشی اپنے دیسوں کو واپس گئے۔

دریودھن جب واپس ہستناپور گیا تو اس کا حاسد دل قابو میں نہ تھا۔ جو اس باختہ تھے۔ نہ یارائے جنگ تھی۔ نہ تاب تحمل۔ ازاں سو رانده وازیں سو درمانده۔ تمرا زدنب پہ جھانڈا چھوڑا۔ شکنی دریودھن کا ماموں جو فتنہ مجسم تھا بولا۔ کہ دریودھن! اب ایک

بھی ہو جاتا۔ چونکہ اول غفلت و ظلم پھر عدم و انکار اعمال سے کمزور۔ اور پھر نفرت ان کو قاطبۃً ضائع کر دیتی ہے۔

یہ سب اعتراض حسد اور کجی کا نتیجہ ہیں۔ عدل اور سزائے ظلم علم اور تہذیب کا نتیجہ اور اس کے قیام کے واسطے ہوتی ہے۔ نہ کہ علم اور تہذیب کے استیصال کو۔ اگر مال و دولت کو قلعہ میں رکھنے پر چور نقب لگا کر نکال لیں تو حفاظت اور محافظین کا اس میں جرم کیا ہے۔ یہ تو جو کچھ کیا گیا تھا نیک نیتی سے مستحقوں کے حقوق کی حفاظت اور علوم اور تہذیب کے اہلوں کے واسطے تھا۔ مگر خدا کی مرضی سے کسی کا کیا چارہ ہے؟ والبقاء للملک المعبود

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال
کار یکہ خدا کند فلک را چہ مجال

محمد سعید صدیقی القریشی

نادوال ۳۔ ذیقعد ۱۳۲۸ھ

دیباچہ سری مد بھاگوت گیتا

اس کتاب کے اٹھارہ ادھیا ہیں۔ اور یہ مہابھارت کے بھیشم پرب میں ہے۔ جب عارف اور تصوف پسند لوگوں نے اس کو مہابھارت سے علیحدہ بطور وظیفہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں لکھا تو اس پر ایک دیباچہ زیادہ کردیا۔ میں اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں +

اوم

منتشر کیا ہے منی بیاس نے
کرشن مہاراج ہیں دیوتا
کرے دور افکار باطل تمام
ویشنو آتما ادوا یان کو سمجھو مگر
شرن انھوں سے آزاد تم کو کردیں
پڑھو وید میں تم یہ گیتا سرشتا اس
کردیں انگوٹھے پہ اپنے گنے
یہ بیا پہ پڑھے نشان اے ریاد

یہ گیتا کی منظوم منثور سے
نہیں دیوتا بلکہ پرماتما
سکھاتا ہے دانش کے ہم کو کلام
کہ سمجھاؤں عرفان رب البشر
اتیہم کی زنجیر سب کاٹ دوں
تقدیر کو قلب پر ہے ہراس
مٹے جان نہ خنجر سے نے آگ سے
نہ پانی گلائے نہ سکھائے نہ باد

ہار ویاہ ۵

مرحبا شورِ جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

بہت اونچ نیچ کے بعد دھرت راشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ پانڈو بارہ برس بن میں کاٹیں۔ اور تیرھویں برس زاویہ خمول اور کوئے گمنامی ان کا ماوا و ملجا رہے۔ اگر پتہ لگ گیا تو پھر از سر نو اسی شرط کا اعادہ ہوگا۔ اور اتنی دیر ان کا ملک دریودھن کے زیر اثر رہے۔

کنتی پیرانہ سالی کی سفارش سے بدر اپنے دیور کے پاس رہی اور دروپدی اور پانڈو روانہ ہوئے۔ بن باسیوں نے پہلے جا کر گنگا جی کے اشنان اور سونک رشی کے درشن کئے۔ اور اپدیش سنا۔ دوسری منزل کامیک بن ہوا۔ یہاں سری کرشن تشریف لائے۔ دلاسا دیا۔ کو تسلی دی۔ اور انتقام کے وعدہ سے اس کا دل ٹھنڈا کیا۔ تیسری منزل دویت بن تھی۔ والبدرشی سے ملاقات ہوئی۔ بیاس جی آئے انہوں نے ارجن جی کو حکم دیا۔ موقع غنیمت ہے۔ تم اسلحہ سازی اور فنون حرب کی تکمیل کو روانہ ہو جاؤ۔ اور باقی سب کو حکم ہوا کہ جب اپنا اپنا کام کر چکو تو یہاں ہی آ کر جمع ہونا۔ جب بارہ برس ختم ہوئے مگر ابھی تیرھواں مصیبت کا سال سر پر کھڑا تھا۔ گمنامی اور روپوشی بچوں کا کھیل نہیں۔ اور پھر پانڈوؤں جیسے مشہور آفاق لوگوں کے واسطے جن کے پیچھے دریودھن کی حریص اور حاسد نگاہیں لگی ہوں۔

کرشنا مہاراج دو ہکرا اُسے — کہ ارجن کو گیتا سے ہیں دے رہے
مہاراج فرزند لبدیو جی — دلارام و کام دل دیو کی
مہاں دیوتا ہا دیئے دو جہاں — کبھی بے کساں قائل قاتلاں
تمہیں نے تو پانڈو کو دی مخلصی — تمہیں نے سکھائی ستم کی ندی
مہابھارت اک سر ہے لا انتہا — کنول اس میں گیتا کا ہی خوشنما
گل زعفراں کی سی اس کی شمیم — فصاحت میں ہے شان اسکی عظیم
مہاراج جی آپ کو نمسکار — ہر اک دیوتا تجھ پہ پروانہ وار

ہمالہ پہ لنگروں کا تم سے عبور
فصاحت کا لنگڑوں کو تم سے شعور

ادھیائے اول بھیا جوگ

پانڈوؤں کی ترتیب جنگ

مؤرخ نے یہ داستاں یوں کہی — کہ سنجے سے کورو نے یہ بات کی
کہا اس نے کُرکھیت کو معسکر — سجا کورو پانڈو نے اس شان پر
کہا اس نے جے ہو مہاراج کی — تیاری یہ دونوں طرف سے ہوئی
کنورنے جو دشمن کی دیکھی سپاہ — درونا اچارج سے کہنے لگا
کہ استاد جی کیجیئے گا نظر — کس آئین پہ قائم ہیں پانڈو پسر
دریشتدمن سے ہے پہ سالار فوج — یسابراس کے ہے بھیم سالار فوج

ادھر دیکھنا بھیم ہے سست دل | سپہ پست ہمت ہے اور مضمحل
سُنا جب کہ بھیشم نے یہ ماجرا | کیا سنکھ سے شور محشر بپا
تو ارجن نے مُنہ پر رکھا دیودت | بجایا اسے صور محشر صفت
بجایا کرشنا نے جب پانچ جن | پڑا شور وغل زیر چرخ کہن
تو پُنڈریک پر منہ رکھا بھیم نے | رجا کو کیا بے رجا بھیم نے
یودھشٹر نے بھی سنکھ اپنا اٹھا | سیہ دل عدو کو ہراساں کیا
پیشو کو کھ نکل نے بجایا بزور | ہوئے اس سے اعدا کے دل گرد گرد
بجایا جو منی پشپ کو سہدیو نے | تو مختل دماغ ملاں ہو گئے
دروپد شکھنڈی و رشتد من | شہ کاشی و ساتک و ابھمن
مہاراج بیراٹھ وال اتسا | وہی پانچ پانڈو ثریا وقار
اٹھائے جوان سب نے آلات جنگ | ہوئی زندگانی زمانہ پہ تنگ
شروع ہو گئی جنگ اور کشت و خون | ہوا چیرہ دست آسمان زبوں
دلیران دریودھن کینہ جو | کھڑے ہیں ادھر صف بصف جنگ کو
کماں کر کے زہ ارجن نامدار | ہوا مستعد جب پئے کارزار
تو کہنے یوں کرشنا سے کہنے لگا | میری رتھ کو میداں میں لے چل ذرا
کہ دیکھوں وہ ہے کونسا سورما | جو تیار ہے ہم سے بہر وغا
مرے سامنے تن کے آئیگا کون | مرے حملہ کی تاب لائیگا کون
بھلا دیکھ لوں وہ بہادر جوان | کہ جسکو ہے کوروں کے دھن گمان
مہاراج کرشن آن کی آن میں | رتھ ارجن کی لے آئے میدان میں

کام کے مانع ہیں۔ اور ہر طرح سے میری عصمت و عزت کے محافظ ہیں اور یہ بات ایسی مشہور ہوئی کہ بیراٹ کے گھر گھر میں زبان زد ہو گئی۔ اور ہر کوئی سوزندھری کے ساتھ خوف سے اور کچھ اس کی ہر دلعزیزی سے اور خوش اخلاقی سے دل سے محبت کرتا تھا۔ قریباً گیارہ ماہ آرام سے کٹ گئے۔ آخر تقدیر نے بے آرامی کا منہ دکھایا۔ ؎

اک مصیبت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی میرے اللہ نئی

دل میں تھا کہ اب چند روز میں اپنے راج پاٹ کو پائیں گے کہ کیچک رانی کا بھائی۔ راجہ کا سالا سوزندھری کے حسن کا متوالا ہوا۔ آخر چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی مگر بھیم نے جو ملوّر سو یا بنا ہوا تھا۔ کیچک کا فیصلہ کر دیا۔ اور پھر عین اُس دن کہ جب وہ اپنی کامیابی کی امید سے سوزندھری کی خواب گاہ میں چلا گیا تھا۔

سوزندھری چیختی چلاّتی رانی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہ حضور میں نہ کہتی تھی؟ کہ گندھرپ ہر وقت میرے محافظ ہیں۔ ہائے کیچک کی جوانی پر موت نے رحم نہ کیا۔ ہے کال تو بڑا کٹھور ہے ؎

جوان ہوتے ہی مرنے لگے حسینوں پہ
انیس تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

رانی روئی پیٹی۔ منہ نوچا۔ بال کھسوٹے مگر ؎

یہ ہیں بستی کشتی واقعی
مگر پاسِ ناموس قومِ کریم
رہا جب نہ مردوں کا دنیا میں نام
ہوا ولد زادہ از فعلِ حرام
یہی برن سنکر ہوں ولد الزنا
جہنم میں کیوں قوم کا ہو مقام
کروں تا فیہ اپنی عزت کا ننگ
نہیں کوئی غم خواہ اب ہے مجھے
یہ کہہ کر کماں ہاتھ سے پھینک دی

یہ چور رنگ کرنے کے قابل سہی
ہوا سدِ راہ قتالِ عظیم
پھریں عورتیں ہر طرف بے لگام
نجابت کا ہو جائے قصہ تمام
مٹے پنڈ پانی کا سب ماجرا
مٹے کس لئے قوم و نیکی کا نام
کروں کس طرح اپنے خویشوں سے جنگ
نہ اب جنگ پر آپ ابھاریں مجھے
ہوش کچھ نہ باقی رہی جنگ کی

ادھیائے دوم سانکھ جوگ

سری کرشن نے جب سنی یہ مقال
لگے اس کو کرنے نصیحت گری
نہیں ہے یہ زیبا تجھے گفتگو
جگر گردہ تیرا تو مشہور ہے
یہ کی گفتگو تو نے کیا اے غضب
ارے جنگ میں ایسی دون ہمتی
بہشتوں میں اہلِ شجاعت ہیں

تو جانا کہ ارجن ہے غم سے نڈھال
کہ اے زیب سرداری و سروری
میاں! اٹھ کے دشمن سے ہو روبرو
ہر اک گھر ترا ذکر مذکور ہے
کریں کب یہ مردانِ عزت طلب
یہ بے غیرتی اور بے عزتی
جہنم میں نامرد بزدل گریں

گرفتار ہیں کن بہر سہ زمان
بہ تبدیل و تغییر نام و مکاں

تغیر نہیں جاں کو ہے جسم کو
حوادث میں ہرگز پریشاں نہ ہو

کبھی ہے جوانی بڑھاپا کبھی
تناسخ ہمیشہ رہیگا یونہی

یہ سردی و گرمی ہے تن کیلئے
نہیں کوئی تکلیف من کیلئے

معین گھڑی پر اجل آئیگی
بد و نیک کو لے خلل آئیگی

بہت بادشاہان عالی وقار
کئے موت نے خاک میں خوار و زار

زمانہ کی حالت جو ہو ایک سی
تو بیٹا نہ میراث لے باپ کی

تو ہے مضطرب و مبہم کس لئے
بتا ان کا کھاتا ہے غم کس لئے

بدن جان سے ہے پوشاک ہے اسکی تن
پھٹا کہنہ پہنا نیا پیرہن

فنا ہے لباس کہن کے لئے
نہیں جان کو بلکہ تن کے لئے

نہ مارے کوئی بھی مرتا نہیں
بگڑتا نہیں کچھ سنورتا نہیں

ذرا غور کر دیکھ اس راز پر
اٹھ اور مستعد ہوکے کس لے کمر

جو یہ راز کھل جائے اے محترم
مساوی ہے عیش و خوشی رد و غم

یہ ہے سر معنے یہ مغز اے حبیب
فراغت سے ہے عارف خوش نصیب

فنا ہے سبو کو نہ گل کو فنا
یہ تغییر ترتیب ہے مدعا

ہویدا ہے یہ عارفوں میں مدام
کہ ہے ذات جاں آفریں کو دوام

سوا اس کے ہر چیز کو ہے عدم
نہ وقت معین پہ پل دمبدم

سمجھ اس طرح تن میں تو جان کو
کہ شمع فروزندہ چمنی میں ہو

پہ یہ راز ہر اک پہ کھلتا نہیں
رہ معرفت سب کو ملتا نہیں

فوج تیار ہوئی۔ بیراٹ پر حملہ ہوا۔ ادھر سے بھی ترکی بترکی جواب ملا۔ کوروی لشکر قریب تھا۔ کہ بھاگ نکلے۔ کہ کرن اور دریودھن کی تازہ دم ریزرو فوج نے حملہ کر دیا۔ اب اس بلائے بے درمان کا کیا علاج۔ برہنلا (ارجن) بولا کہ اب ان سب کا مقابلہ میں اکیلا کروں گا۔ اور وہ ناک پر انگلیاں مٹکا مٹکا کر باتیں کیں کہ ردتوں کے ہنستے ہنستے پیٹ میں جو سے ہے دوڑنے شروع ہو سئے۔ اگرچہ سب کا یہ خیال تھا۔ کہ ہیجڑا کیا کرے گا۔ مگر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ برہنلا اتر راج کمار کا رتھ بان بنا۔ اور فوج لے کر نکلا۔ فوج پیچھے رہی رتھ کو برہنلا نے ہوا سے زیادہ اڑا کر حملہ کر دیا۔ (اتر ڈرتا ہوا سہما جاتا تھا۔ اور چیختا تھا کہ ارے برہنلا ذرا دم لو۔ کمبخت فوج کو آ لینے دو۔ میں اکیلا چنا بھاڑ نہیں پھوڑ سکتا۔) مگر برہنلا کس کی سنتا تھا۔ بڑھ کر وہ تیر باراں کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جو باقی رہے سب نے پیٹھ دکھائی۔ میدان راج کمار کے ہاتھ رہا۔ فتح کا نقارہ بجاتا بیراٹ میں آ پہنچا۔ اور ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں ✦

یہ تیرھویں سال کا آخری دن تھا۔ دوسرے دن بد ھشٹر ظاہر ہوا۔ اول تو یہ خیال کیا گیا کہ یہ نوکر سودائی ہو گئے ہیں۔ مگر جب یقین ہو گیا تو راجہ بیراٹ نے نذریں دیں۔ نثار کئے۔ اور تخت سپرد کیا۔ اور آپ ان کے سامنے مجرا و سلام کیا۔ اتنے

کہ جاہل کو گردش سے آئے عجب ۔ یہ عارف کو ہے اس سے رنج و تعب
کسی کو تو ہے اس سے حیرانگی ۔ کسی کے لئے وہم و دیوانگی
ہوا پھر تو مامور جس کام پر ۔ وہ کر اور نہ تہا رن سے نہ ڈر
تو ہے چھتری بزدلی عار ہے ۔ تجھے جنگ کرنا سزاوار ہے
شہادت میں مرنا تو ہے برتری ۔ یہ کس کو ملے ہے بجز چھتری
کمر کس کے میداں کو تیار ہو ۔ نہ کر بزدلی اور نہ تو خوار ہو
کہیگا کوئی ڈر کے الٹا پھرا ۔ کوئی منہ چڑائے گا المدعا
اگر ہے با آرزو کے مصاف ۔ تو ہر اک خطا ہوگی تیری معاف
شہادت سے جنت میں ہوگی جگہ ۔ ظفر گر ہوئی تو ہوئے بادشہ
جو ہے آرزوئے شہادت تجھے ۔ ملے دو جہاں میں سعادت تجھے
قوی اور جری ہو لے تیغ تیز ۔ خجل ہو نہ میداں سے کرکے گریز
حیات جہاں ہے حباب سراب ۔ نہ کر نیک نامی کو ارجن خراب
جو کچھ میں نے کی اب تلک گفتگو ۔ خلاصہ یہ ہے سانکھ کا مو بمو
پہ اب جوگ کا جوگ دکھلاؤں گا ۔ تمام اس کے اعمال بتلاؤں گا
یہ مشکل تو ہے پر جو ہو کاربند ۔ وہی قید ہستی کی توڑے کمند
عمل ہے یہ مقبول اہل نظر ۔ زیاں کمتر اک فائدہ بیشتر
مرادیں ہوں خیرات و یگ سے حصول ۔ نہ ہو مطمئن اس سے لیکن ملول
اگر یگ کرو یا کرو تم ہوم و دان ۔ یہ سب ہے چند جاں نثار کا سو فشان
طمع سے ہوں سب کار دنیا خراب ۔ طمع سے دل اہل دنیا کباب

کرے پاسِ انفاس و ذکرِ خدا | اہنسا پہ مائل رہے وہ سدا
ہمیشہ رہے خلق پر وہ رحیم | باخلاق و عادات سولا کریم
بظاہر نہ ہو جگ کا آشنا | پہ باطن میں ہو ذات محوِ خدا
حواس اس پہ غالب ہوں نہا | ہمیشہ کرے شکر پروردگار
زباں کو نہ لذت کی ہو چاشنی | سماعت ہو آواز خوش سے غنی
تمنائے بستر نہ ہو جسم کو | گلوں سے بصر کو نظارت نہ ہو
نہ بوئے گل فرح بخش دماغ | تو پھر یادِ حق سے ہو روشن چراغ
ہوا و ہوس سے تباہ کام ہو | طمع بد کرے نام و انجام کو
زبوں نفس ہو جائے دل رام ہو | توکل پہ موقوف ہر کام ہو
کرے خواب کم اور کرے کم غذا | لگائے رکھے دل کو سوئے خدا
گرفتار حس چاہ میں بے بصر | اسی سے ہے انجام سے بے خبر
پہ بیدار دل مطمئن ہے بشر | اسے کیا خبر کب ہو شام و سحر
یہ دنیا کی ہوشیاری غافلی | سراسر ہے خواب اور ہے غافلی
گرا ہے سمندر میں بے عقل کو نہ | نہ پاؤں میں طاقت نہ ہاتھوں میں زور
جدھر چاہے لیجائے اس کو ہوا | مد و جذر میں تلف ہو بے حیا
پہ جس نے ہوا و ہوس چھوڑ کر | لیا راہ توبہ۔ وہ خیر البشر
سکھر ہی اک جو ذکر خدا میں کشتی | نثار اس پہ دونوں جہاں کی خوشی
حسوں پر جو غالب ہوا مرد ہے | حقیقت شناس اور فرخندہ ہے
جو ذکر خدا ہو تو باطل کہاں | یہ واہی خیالات ہوا بے نشاں

موت اسی سے آئی۔کیونکہ وہ آدہ برھمچاری بہادر عورت سے مقابل ہونا اپنے پرن کے برخلاف سمجھتا تھا۔) اور پانچوں پانڈو۔ اور دیگر اُن کی اولاد اور ملازم۔ یہ فوج کچھ کمزور۔ اور تعداد میں بھی کم تھی۔ مگر ظفر و شکست خدا کے فضل اور حق پر منحصر ہے +

کوروؤں کے مددگار یہ تھے۔ سری کرشن کی فوج۔ کرن کنتی کا بیٹا۔ بھیشم پتامہ۔ بُدر۔ درونا اچارج۔ اور اس کا فرزند اشوتھاما۔ جو نہایت بہادر تھا۔ کرپا اچارج۔ کنک وزیر۔ننلو کورو اور اُن کی اولاد۔ راجہ شل۔

آخر پر سری بیاس جی نے بھی اس جنگ کے نتیجے سے اور اس کا اونچ نیچ سب کچھ دھرت راشٹر۔ دریودھن اور اس کی سینا کو سمجھایا۔ پر بے فائدہ۔ جب وہ اپنا فرض ادا اور قطع حجت کر چکے۔ تو جاتے جاتے سنجے کو کشف کی قوت عطا کر گئے۔ جو ہستناپور کے محل میں بیٹھا ہوا جنگ کے سب حالات دھرت راشٹر کو بتاتا تھا۔ جس کو نابینائی اور پیرانہ سالی نے ہستناپور سے نہ نکلنے دیا +

تمام فوجیں کورو چھیتر پر جمع ہو ہوئیں۔ اور اٹھارہ دن معرکۂ کارزار گرم رہا۔ اور انجام اس کا کوروؤں کی بربادی اور ہندوستان کی تنزل کے خاتمہ پر ہوا +

دارا نماند و شوکت ایراں تمام شد خورشید رفت و روز نمانڈ و شام شد
بہرام شکست عصر نماند و گذشت نام اے دیدہ پاسدار کہ خفتن حرام شد

خدا سے ڈرا سے کرشن تو کس لئے
مجھے حکم دیتا ہے سالوس کے

دورنگی نہ کر بات تو اے عزیز
بتا غم سے بچنے کی کوئی تمیز

کہا کرشن نے یاں یہ ہیں دو طریق
عمل والے اور عارفوں کا فریق

اہل عمل

عمل والے اہل دول پر جفا
دغاباز ہیں اور غرض آشنا

مگر دوسروں کو ہے اِس کا خیال
کہ اوراک سے فہم اس کا محال

وہ دنیا کے بندے دعا ان کا کام
یہ عابد رہیں حق کے صبح اور شام

مگر کام سے کوئی خالی نہیں
سوا فعل کے زندگانی نہیں

عمل سے نہ خالی ہو تو بھی کبھی
روش نیک پر کاٹ لے زندگی

عمل سے ہی دنیا کا ہے اہتمام
عمل سے ملے نار و دار السلام

بناوے عمل تجھ کو صاحب کمال
کرے دور آواگون کا وبال

پر اعمال میں جب ہو حاصل کمال
ہر اک کام کا ترک ہووے خیال

مگر دیکھنا ترک افعال گر
کریں دل کو ماتحت حسِ بشر

تو اس ترک سے کچھ نہیں فائدہ
گنہ بلکہ ہووے وہاں عائدہ

عمل کر عمل تو ابھی خام ہے
مگر ترک ۔ اچھا یہی کام ہے

عمل اولاً بعد ازاں ترک کار
اگر تو کرے گا تو ہو رستگار

رِیا سے نہ کر ضبطِ حس زنہار
مگر دو شوق و ہمت سے باطن میں کار

کہ جب کام مولا کی خاطر کریں
ملے گی جگہ پاک فردوس میں

پہ گر نفس دوں کے لئے ہو تو ہم
تو ہوتا ہے دل قید کے رنج و غم

جہاں میں رہے گا سدا شاد کام — کہ ہے محو یاد خدا صبح و شام
جو بے آرزو و شاغل کار ہے — ہمیشہ ہمیشہ سبکبار ہے
جنک راجہ اور اکشوا کو مدام — یہ سب بے غرض کر گئے نیک نام
جہاں سے گئے ست یگ کو [illegible] — کٹی زندگی عدل کرتے تھے داد
خلائق پہ رحمت رضائے خدا — رضائے خدا خلق اہل صفا
بزرگوں کا دستور [illegible] — بنا حق پرستی کو اپنا شعار
جو [illegible] کرے وہ ہے [illegible] — نہیں تو پھریں راستی سے مدام

ترے لوک سے میں جدا ہو چکا
مثال خودی خود جدا ہو چکا

مرے کام ہیں سب خدا کیلئے — رضا میری اس کی رضا کیلئے
ہر نیک یکساں ہے میرے لئے — کہ سب کام میرے خدا نے کئے
جو عارف نہیں نفس و رحمان کا — وہ سمجھے کہ ہر فعل مجھ سے ہوا
وہ جاہل ہے خبطی ہے اور بے خبر — وہ ہے واجب الرحم جن و بشر
ہے کام پر [illegible] نہ ہرگز لگا — شہنشہ ہے وہ من کو سمجھے رہا
تکبر میں مت کاٹو زندگی — کہاں شر ہے سر افگندگی
[illegible] رمز [illegible] راز — کہ ہر فعل کا ہے خدا کارساز

١ اگر [illegible] نیک کام [illegible] کرے تو [illegible] لوگ راستی سے بچھڑ جائیں گے۔
٢ ترے لوک [illegible] دنیا [illegible] دنیا عاقبت [illegible] اعمال۔
[illegible] روحانی جسمانی [illegible]

ہے بھرت فسانہ تو یہ بھارت ہے کہانی پانڈو کا نہ ست کوروکی نہ رشتہ وانی
نے رستم و گشتاسپ نہ دارا نہ سکندر
تیمور نہ چنگیز۔ ہلاکو ہے نہ بابر
ارجن ہے کہاں اور یدھشٹر کی حکومت بلرام نہ ساتک نہ کرشنا نہ پریکھت
نے سطوت دریودھن و نے بھیم کی صولت بھیشم کا پرن ہے نہ درونا کی لیاقت
ایران و عرب ہند نہ ہے روم و بخارا
اے ایشیا! یہ تری کس نے وہ کایا

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

ہندوستان بلکہ ایشیا جو خمیازہ بھگتنا پڑا ہے وہ اس کی اپنی نااتفاقی اور جہالت کی کرتوت ہے +

الغرض جس میدان پر آج تک دریودھن دریودھن کے نام کا ڈنکا بجتا تھا۔ اس دھوم سے یدھشٹر یدھشٹر کی صدا آنے لگی؛ مہاراج یدھشٹر ہستناپور پہنچے۔ دھرت راشٹر کو یہ نام کی تکھان پر جلوہ افروز ہوئے۔ داد و دہش سے گھر گھر منگلاچار ہونے لگا۔ راجے مہاراجے جو بچے اپنی اپنی راج دھانیوں کو سدھارے +

بشنو الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آمد آخر ز پس پردۂ تقدیر پدید

اس واقعہ سے پورے چھتیس سال بعد جادو بنسیوں کی حماقت سے وہ جدھ پڑے کہ سب کٹ مرے۔ حسد و نفاق نے سب کو

نہیں خو یہ آئینہ سے کچھ جدا
جنین وہ مشیمہ ہے یہ آئینا

ہیولیٰ ہے انسان کی بن گئی
حجابات میں مستور ہو معرفت

کرے آرزو آدمی کو خراب
پڑے آرزو سے سر پہ رنج و عذاب

حسوں کو سمجھ جسم سے دور تر
تو دل انسان کا اس سے بھی ہے بیشتر

خرد دل سے آگے خرد سے ہے جان
بہت دور جان سے خدائے جہان

تو گر مقصد جان کی ہے آرزو
تہی آرزو سے کر تو دل کا سبو

ادھیائے چہارم کرم سنیاس جوگ

ہوئے جبکہ بید [illegible] و زمان
دیا جوگ کا میں نے سورج کو گیان

منو دیکھ کر اس سے عارف ہوا
منو سے ہشنہ اکشوا کو ملا

اور اس سے یہ دنیا میں رائج ہوا
ہر اک اہل دل کا بنا دستگاہ

سکا میں تو ہوں اب جگت [illegible]
رکھا اس کو سدا اپنے زیر نظر

له جنین رحم میں کا بچہ مشیمہ بمعنی جیور (جھلی) انول - وہ پردہ کہ جس میں رحم کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جیسے آدمی کی بدخوئی مجہول ہے ویسے بدخوئی نفس اس طرح ملفوف اور مستور ہے جس طرح جنین مشیمہ میں۔ له یعنی انسان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کی معرفت ایزدی حجابات کے اندر مستور اور گم ہو جاتی ہے اور وہ کورے کا کورا رہ جاتا ہے ۱۲
له حسیں جسم سے۔ و [illegible] محسوس سے بہتر دل ہے۔ اور جان عقل سے اور خدا جان سے بالا و برتر ہے۔ اعلیٰ درجہ کو حاصل کرنے والے چھوڑ دیا کرتا ہے۔ تو اگر محسوسات موجود نہیں تو خدا کا عرفان نہیں ہوا ۱۲

مرے ہی تو ہیں چار برن آشرم[له]
یہ جم سے کہاں اور کہاں جام جم

گنوں سے برن اور برن سے عمل
ہر اک شے سے ظاہر ہیں ہم بے خلل

بظاہر تو مشغول و درکار ہوں
مگر فارغ از کار و کردار ہوں

مجھے جو کوئی یوں عقیدہ رکھے
ہوا و ہوس سے منزہ رہے

ازیں پیش سب عاشقانِ نجات
نہ تارک ہوئے فعل کے تا حیات

تجھے بھی حکمت کی ہے گر آرزو
عمل سے ہٹا اپنا دل اور نہ رو

بہت لوگ ہیں جو کہ گمراہ نہیں
یہ نیک اور بد سے وہ آگاہ نہیں

تمیز ایسی باتوں میں دشوار ہے
یہ صاحب دلوں کی ہی کار ہے

مری باتیں گر کچھ مؤثر ہوئیں
تو جنت میں جائے گا تو بالیقین

بتاؤں تجھے اور کروں دور بھرم
اکرم اور کرم اور سوم ہے بکرم

ہیں تین قسموں کے فعل اے عزیز
کہ حیران ہیں ان میں صاحب تمیز

جو واجب کو چھوڑے وہی ہے شقی
تو واجب ہوئی اس پہ شرمندگی

جو ناکردنی سے کرے احتراز
ہوا نیک بندوں میں وہ سرفراز

له: برن چار ہیں - برہمن - چھتری - ویش - شودر - اور چار آشرم یہ ہیں - برہم چریہ - گرہست - تیاگ - بانپرست - مطلب یہ کہ جس طرح جام جم سے جمشید کا مرتبہ اعلیٰ و برتر ہے - میرا مرتبہ بھی برنوں اور آشرم تمام چیزوں سے بالا ہے - مجھے پانے کے واسطے فقط کوئی آشرم ہی اختیار کرنا یا کسی برن میں پیدا ہونا کافی نہیں - میری معرفت حاصل کرنے کے واسطے خاص اعمال کی ضرورت ہے - " دوسرا مصرعہ بطریق استعارہ و تشبیہ ہے" ۱۲

بھائی چچا۔ دادا۔ گورو۔ دوست۔ غرض اپنا ہی لہو ہے۔ جو بگڑ کر برروئے کار آیا ہے۔ جوش ہمدردی اور محبت سد راہ جنگ ہوئی۔ مگر کرشن جی کی دور بین نگاہیں تاڑ چکی تھیں کہ مادہ فاسد فصد طلب ہے۔ سمجھا بجھا کر پیار چمکار کر سیدھا کیا اور جنگ کا خاتمہ کرا دیا۔ سچ ہے

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس کے ذوق
نامرد مرد مرد جواں مرد بن گیا

یہ کتاب محض روتوں کو ہنسانے۔ روٹھوں کو منانے۔ اور خیروں کو مرد بنانے ہی کا افسوں نہیں۔ بلکہ معرفت کا خزانہ اور گیان کا گنجینہ ہے۔ درویشی کے تمام اسرار جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں سب اس میں درج ہیں۔

سر خدا کہ عارف سالک بکس نگفت
میان یقین کہ بادہ فروش از کجا شنید

آج تک اس کے باون سے زیادہ ترجمے ہو چکے ہیں اور تشریحات بھی بے شمار ہیں۔ سب سے پہلا ترجمہ جو سنسکرت سے دوسری زبان میں ہوا۔ وہ شیخ ابو الفیض فیاضی فیضی کا ہے۔ اس میں اٹھارہ باب یا ادھیا ہیں۔

ادھیائے اوّل بکھیا جوگ — صرف سپاہ کی تیاری اور صف بندی کا حال ہے

اور ارجن کے انکار کا ذکر ہے۔

کئی یوگ اور یگ میں شاغل رہیں ۔ کہ مقصود دل اس سے حاصل کریں
کئی اِک غذا پر کریں اکتفا ۔ کئی برت رکھا کریں دائما
یہ جو ایسے کاموں سے غافل ہیں ۔ وہ جاہل جہالت میں ہی جان دیں
ہے معرفت جوگ سے بیر جہان لہ ۔ کہ جوگی ہے مولائے ہر دو جہان
تحمل قناعت سے جن آشنا ۔ توکل پہ رکھ اپنے سب مدعا
قناعت کر اس پر کہ جو کچھ ملے ۔ نہ لذت تقاضائے خواہش کرے
نہ حاسد بن اوروں کے اقبال پر ۔ خیال بدی سے نہ مختل ہو سر
سمجھ لے کیا جو خدا نے کیا ۔ جہان - جان سے ہے زیر حکم خدا
یہ من آگ اور یہ موم سا گھی ۔ ہر جسم سے ہے نہ کرو ہم اس میں فرق کی
کرے تو بھی گر جوگ کو اختیار ۔ تو ہونا تب لطف پروردگار

عمل ہے مگر علم سے خوب تر ۔ ملے تخم سے ہر طرح کی ظفر
پہ فاضل ترین علم عرفان ہے ۔ یہی موکش اور وصل کی جان ہے
گیان آگ سے ہے برتی ان بھطا ۔ یہ کرموں کو کر دے جلا کر بھسم

تو رہ محو عرفان ذات خدا ۔ رہے سوز دل میں اسی ذات کا
ہمیشہ عارفوں کے سبھی فکر و غم ۔ ذکر دل پہ غفلت سے جور و ستم
اگر آتش شوق ہو دل میں تیز ۔ رہے کب ہوا و ہوس کی ستیز
جو عارف ہے ہے شاہ ہر دو جہان ۔ گیانی ہے ۔ شاہ زمین و زمان
گیانی اگرچہ نہیں ہے خدا ۔ یہ ہرگز نہیں ہے خدا سے جدا

لہ سفطرم ۔ شعر ن ۱۲۰

بتاؤں تجھے بھید پروردگار

کہا کرشن نے ترک سے ہے خوب تر
کرے مدّعا خوب ہے بار کرد
کہ ہر شخص قادر نہیں ترک پر
کہ ترک عمل ہے تو اس کی سرشت
عدو اور یاور سے یکساں مقال
پہ نادان و جاہل بطالت شعار
پہ دانا سے عارف کی ہے اک نظر
بجز جوگ کے سانکھ بنا محال
کرے بے غرض کام پائے نجات
کمالات جوگی جو ہو ویں تمام
جو ان دو طریقوں سے ہو محو ذات
بجز ذات حق عشق کرتا نہیں
دل و جان سے محو خدا جو ہوا

کہے کون سی خوب دونوں میں کا

مگر[سلہ] پھر بھی کرتا رہے کچھ بشر
جو ایسا ہے۔ ہے نیک زاد مرد
ز فضل خدا ہے ہر اک ششتر[سلہ]
جو ہر ایک جانب رہے سمدرشت[سلہ]
کرے۔ اور نہ رکھے دوئی کا خیال
جدا فعل سمجھے جبد ترک کار
نہ جوگ پر اور وہی سانکھ پر
پہ یوگی کو عرفان سے اور وصال
کہ اجرت ہر اک کام کی ہے ممات
تو سنیاس بن جوگ کا ہے مقام
بہت جلد پائے مقام نجات
کہ پاتے ہیں نور خدا ہر کہیں
ملے کی اسے کس عمل کی جزا

(بقیہ صفحہ ۵۷) ...تی لغزش۔ مطلب یہ ہوا کہ ترک عمل یعنے کرم سنیاس بہتر ہے۔ یا عمل یعنے کرم جوگ بے زلل اور بے لغزش اور درست کام ہے ۱۲

سلہ فرمایا کہ کرم سنیاس کا درجہ اعلےٰ ہے۔ مگر آدمی کو چاہیئے کہ پھر بھی کام کرتا ہی رہے یعنے کرم جوگ کرے مگر بے مدعا کرے ۱۲ سلہ مشتہر = پوشیدہ ۱۲ سلہ سمدرشت = سب کو ایک نظر سے دیکھے۔ بے تعصب۔ ۱۲

پھر تین گن کی تشریح ہے۔ تموگن (نفس امارہ) رجوگن (نفس لوامہ) ستوگن (نفس مطمئنہ) جب سپرشش ماترا سے پرمانو اپنا اثر ڈالیں اور ان سے ایک خاص کیفیت پیدا ہو کر دل پر مسلط ہو جاوے یہ تموگن ہے۔ اور جب اس کیفیت مذکورہ کو دل سے زائل کرنے کے لئے مادی یا الٰہی وسائل اختیار کئے جاویں یہ رجوگن ہے۔ اور اگر کوئی کیفیت دل پر مسلط نہ ہو یہ ستوگن ہے۔ اور یہی حالت مسلط ہونے سے انسان قابل نجات ہے۔

ملا بہ نماز و روزہ ضبطے دارد　　صوفی بجذب خویش ربطے دارد

رندان پے دو سالہ دل شاد کنند　　ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

پھر عقل کی تقسیم کی ہے۔ عقل سلیم (گیان جوگ) اور عقل ماسوا ہیں۔ (کرم جوگ)۔ اولی عقل ایک بحر محیط ہے اور دوسری عقل اس کی امواج ہیں +

جسم کا کام فعل ہے۔ اگر فعل بہ تقاضائے بشری ہے اور کوئی خاص نتیجہ اس سے مامول ہے تو یہ کرم لوگ ہے۔ اور اگر فعل حسب عادت جسم سے سرزد ہوا اور قلب کو اس سے نتیجہ یا لذت رد یہ یا فاضلہ مطلوب نہیں۔ گیان جوگ ہے۔ اور یہ اعلیٰ درجہ ہے۔ جس کو ملا اس کی نجات ہے +

عقل سلیم (گیان) ہی عقل ساکن یا عقل غیر متحرک ہے۔ حواس سے قابو میں آجاتے ہیں۔ اور پھر ترک فعل ہوتی ہے۔ اور یہ

دوم جو کہ جرأت[1] نہ کچھ ان سے ہو — سوم ہیں اجیر و نکوہیدہ خو[2]
چہارم وہ جو لوگ کرتے ہیں کام — سمجھتے ہیں ہم نے کیا انصرام
نہیں اک کیا جو خود نے کیا — حقیقت میں ہیں سب یہ اہل خطا
جہالت کا رنگ آئینہ پر لگا — انکا سنگ غفلت شکستہ ہوا
یہ ہے صاف آئینہ عارفان — کہ ہو نور حق صاف اس سے عیان
برابر ہے ان کے لئے مور و فیل — برابر ہیں ان کو عزیز و ذلیل
گدا و شہنشاہ یکساں انہیں — مراعات قلب شکستہ کریں
نہ اپنے لئے ان کی کچھ التجا — نہیں ان کے دل کا کوئی مقتضا
نہ لذات سے ان کا دل آشنا — انہیں صرف ہے ذوق یاد خدا
نہ شکر ان کا شیوہ نہ شکوے کا رد — مدام ان کے دل میں سکون قرار
ہوا و ہوس سے ہمیشہ نفور — خدا وند عقل اور اہل شعور
یہ ہے تعزیت خانہ دنیا تمام — کہ اس میں ہم آرام غم سے مدام
جو حرص اور غصہ سے ہے دور تر — نہ ہے شاد و خرم ہمیشہ بشر
دل اس کا ہے محو س کی سر گرہ — اسی میں نہیں اور اسی میں سما
وہ مغموم ہوتے نہیں زینہار — نہ ہو دور اس سے سکون و قرار
نہ نیت و ندان میں وہ مرد کبیر — فرشتوں کا جن و بشر کا امیر
یکی اور عجب نہ خلوت گزین — نہ ہوں قیمہ دنیا سے دوں ایں

[1] نفل [2] مذموم عاطلبہ [3] ...زو بند [4] جو لوگ عیش یا بدی کا الزام خدا پہ دیں [5] ... سے برقست کے ... دیکھتا ہے [6] خلوت نشین عقیبر

نہیں فرق جوگ اور سنیاس میں — ملیں دونوں یہ پاس انفاس میں
اگر[1] دل میں دنیا کی الفت رہی — عبث زندگی کی مصیبت کٹی
عمل کے سوا جوگ ملنا محال — ملے جوگ سے معرفت کی محال[2]

جو مغلوب حرص و ہوا کا ہوا — وہ دونوں جہانوں میں رسوا ہوا
اٹھا[3] دل کو معراج پر مت گرا — نہ اس دوست کو اپنا دشمن بنا

ہوئے جسکے وہم اور محسوس زیر — ہوا جوگ میں وہ زبردست شیر
مظفر ہو تو دل پہ اسے نیک خو — کہ مغلوب ہے یار۔ غالب عدو
کرے جو جوگ میں مرد کامل ہوا — نظر میں نہ جز نام حق کچھ رہا
جو دل میں سما جائے وہ دلربا — دکھائی نہ دیوے گا پھر ماسوا[4]
یہی دل تو ہے یار دشمن یہی — یہی خضر ہادی ہے رہزن یہی
اگر دل پہ قابو ہے۔ ہے دوستدار — نہیں۔ ہے ستمگار ظالم نتسکار
نہیں اہل دل کو کوئی کیف[5] و کم — نہ فرحت سے راحت۔ نہ غم سے الم
دل اس کا تو ہے گنج علم و کمال — جہاں اس کے آگے ہے خواب خیال
زر و خاک پر اس کی یکساں نگاہ — سلامت ہے گو راستی اس کی راہ
نہ خویش اور بیگانہ میں فرق یاں — کرے یار و اغیار سے نیکیاں

[1] اگر جوگی کے دل میں دنیا کی محبت ہے تو اس کی زندگی بے فائدہ ہے۔ زندگی سے غرض دید و یاد حق ہے۔ غرض یہ ہے کہ دنیا کی محبت نہ رہے ۱۲ [2] محال = جاگیر۔ ۱۲ [3] دل کو بلند کر۔ دوست = نگر ۱۲ [4] ماسوا = سوائے خدا کے۔ ۱۲ [5] کیف و کم = کسی بات سے کوئی کیفیت یا انداز حاصل ہونا ۱۲

ادھیائے چہارم سنیاس یوگ

اس میں ارجن کا سوال یہ ہے کہ دیو سوت (راجہ سوریہ) اور راجہ اکشواکو آپ سے لاکھوں سال اول ہوئے۔ تو آپ ان کے استاد کیونکر ہیں۔ تو جواب ملا کہ عادتُ اللہ ہے۔ کہ جب دُنیا گناہ سے پُر ہو جاتی ہے تو ایک ہادئے برحق دُنیا پر آتا ہے۔ ویسا ہی میں ہوں۔ اور ازل سے دُنیا کا یہی حال اور کام جاری ہے۔

پھر تقسیم اعمال بتائی ہے۔ نیک (کرم) بد (بکرم) ترک فعل (اکرم)

کرم وہ فعل ہے۔ جس سے کوئی نتیجہ مطلوب ہو۔ خواہ بد خواہ نیک۔ اور جب کسی نتیجہ کی آرزو نہ ہو تو ترک فعل ہے۔ اور یہ سب سے اعلےٰ مقام عرفان ہے۔

باز آ باز آ ازانچہ ہستی باز آ ۔۔۔ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ توحیدی نیست ۔۔۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

عِلم عارفوں سے ملتا ہے۔ ان کی ڈنڈوت اور تعظیم کرو۔ اور یہ علم گناہوں کی آگ اور انسان کا ذریعہ نجات ہے۔ اور کرم گیان کے بارہ طریق بتائے ہیں۔ عنصر پرستی۔ عمل بذریعہ عمل (اجپاجاپ) شرتی سادھنا (حواس کو قابو میں کرنا) اشٹانگ یوگ (ضبط محسوسات بذریعہ حواس) من دھیان (ضبط دل) دان (خیرات) تپ (زہد) آپا پہنا (مستغراق در ذات وصفات الہی) تحصیل علم (پڑھنا) پرانایام (حبس دم) کم کھانا کم سونا۔

عسل[1] مکھیاں جب فراہم کریں
نہ دل میں رہے جب ہوا و ہوس

دل بے قرار اس کا پائے قرار
نظر آئے دل میں اسے نور ذات

مرے وصل کی اس کو لذت ملے
کہ ہو پاک جب زنگ سے آئینا

رہے رنج و غم سے سدا مطمئن
تو جب دیکھے دنیا کو اس نور سے

جہاں سارا ہو اس کے دل میں نہاں
کرشمے[2] آپ کو جو کوئی محو ذات

نکل جائے گرداب اعمال سے
مرے برگ و بار اور مولا[3] کو دیکھ

محیط جہاں ہے یہاں محو ذات
تو دل اپنا اس سے ہٹا کر علیں

تو جانے کہ اللہ باقی۔ و بس
نہ ہو قید یا گردش روزگار

رہے خرم و شادمان تا حیات
نہ غیروں کا خیال اس کے دل میں رہے

پڑے عکس روئے دلارام کا
نہ حاجات دنیا ہوں خاطر شکن

تجلیٔ حق سب کو پھر جان لے
جہاں میں ہوا اس کا ہی جلوہ عیاں

نظر آئے دنیا کے از صفات
ہو شاہ صاحب مولا کے متعال سے

نگہ کر ادھر محجبہ مولا کو دیکھ
ادھر[4] دیکھ ہیں جلوہ گر شش جہات

تو کی عرض الرحمٰن نے اے ذو الکرم
سکھایا مجھے جوگ اور حبس دم

[1] جس طرح مکھیاں شہد جمع کرکے اڑ جاتی ہیں اور کوئی تعلق ان کو شہد سے نہیں ہوتا۔ چاہیے کہ جوگی بھی اسی طرح قطع تعلق کرے ۱۲ [2] جب جوگی ذات حق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کو یہ تمام دنیا اپنی ایک صفت یا عرض معلوم ہوتی ہے ۱۲ [3] مولا = پھول ۱۲
[4] ادھر یعنے دل میں۔ مطلب یہ کہ جوگی کے دل میں ہر ایک شے ہوتی ہے۔ اور وہ سارے جہان پر محیط ہوتا ہے ۱۲

جو تسلیم میں ہووے محوِ رضا
بہشتوں میں اس کو ملے مرتبہ کا

یہ ہے دیوتا جو گئے نا تمام
ملے اس کو جنت میں کچھ چند مقام

بہشتوں میں کچھ عرصہ ہو کر مکین
پھر آتا ہے واپس بروئے زمین

بنے بادشاہ صاحب ملک و مال
بنے یا کہ وہ عابد باکمال

کہ تھی اس کی خواہش نہ کامل ہوئی
ہوا و ہوس اس کی کچھ اور تھی

اسی طرح جب تک کہ کامل نہ ہو
نجات اس کو زنہار حاصل نہ ہو

یہ عارف ہیں زاہد سے خوشتر
عبادت کا غرّہ نہ ہووے مگر

یہ جاہل سیہ کار غفلت سرشت
نہ موکش کو پائیں گے اور نہ بہشت

گئے دوزخ اور گاہے نفس جہنم
دلائیں انہیں ان کے کھوٹے کرم

بنا لے تو دل اپنا جوگ آشنا
تو بن جا خداوند ہر دو سرا

ساتواں ادھیائے - وگیان جوگ

جب اخلاص کی راہ دکھلاؤں گا
تو اس خاص منزل پہ پہنچاؤں گا

نہیں سمجھے [illegible] وہ کرامات جوگ
کہ چھپ جائیں سب [illegible] جوگ

وہی مرد کامل [illegible]
کرے جو کہ عرفان کی غار میں

جہاں مرد [illegible]
کہ آگاہ عرفان منزل ہوا

اسی [illegible]
سمجھ سکتے ہیں [illegible] ایزد صفات

[illegible]
[illegible] آسمان

رلس) کرتا ہے جو ہوا میں ہوتی ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے جو روپ کی دلداؤ ہے۔ زبان رس لیتی ہے رطوبت ہے۔ ناک مٹی سے گندھ (بو) لیتا ہے۔ اور اس طرح افعال اور ان کے پران پانچ نفوس ہیں۔

ہاتھ سمان اندری ہے۔ قوت استبداد۔ پاؤں میں پران (قوت رفتار) ہے۔ منہ میں اپان یعنی قوت ماسکہ ہے۔ مبال میں وپان۔ اور مقعد میں اودان قوت خارجہ ہے۔

اسی طرح اور قوتیں ہیں۔ اور یہ سب مظاہر قدرت ہیں۔ مگر جب تک انسان غور نہ کرے کچھ نہیں ملتا۔ اور اپنا تعلق اور غرض دور نہ کرے لا حاصل ہے۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست   تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

ادھیائے ہشتم۔ سدھ جوگ

اللہ کی ذات بے نشان قیام عالم کا باعث ہے

اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے۔ نہ عقل کو وہاں تک رسائی ہے نہ حواس کو اس کی شناسائی ہے۔ اور جس قدر متمیز ہوتا ہے۔ وہ اس کے مقامات اور مدارج قرب نامتناہیہ ہیں۔ اس پاک مولا کے دریافت کرنے کو علم اشراق کا ہونا ضروری ہے اور یہی علم باطن ہے۔ جو باطن میں پیدا ہوتا ہے۔

ہر دم مولا کا تصور کرنے سے اور فعل کو اس کے تفویض کرنے اور دل کو اشغال سے فارغ کرنے سے اس کا وصال حاصل

جو با صدق و اخلاص محنت کرے ۔ نہ دل اس سے ہرگز کسی کا دکھے
دوم جو کہ دولت کو حاصل کرے ۔ کہ غیروں کا نقصان اس میں ہے
سوم جو کہ عاشق ہو عرفان کا ۔ چہارم خبیر رموز خدا
مرا عشق اکثر کا ہے درد خواہ ۔ نہیں مجھ کو پاتی یہ ہر اک نگاہ
مرا مسلک ہے وہی آئینا ۔ کہ صیقل کرے اس کو نور خدا
کونیات[1] میں جلوۂ ذات ہے ۔ یہ نیرنگ اوصاف کی بات ہے
شناسائے جلوہ ہوا گر بشر ۔ رہے جانب جلوہ اُس کی نظر
جو غافل[2] پرستندۂ نیست ہیں ۔ وہ سب نیست اور بندۂ نیست ہیں
پرستش خدا کی سزاوار ہے ۔ کہ دل ہے وہ دل جس کا وہ یار ہے
جہاں میں ہمارے یہ ہیں چار یار ۔ غرض مند دنیا و دین[3] خواستار
گرفتار غم ۔ یار بے مدعا ۔ یہ چوتھا مرا ۔ اس کا میں مرتضیٰ
گرو بندگے جہاں آفریں ۔ کہ کچھ دیوتاؤں سے ملتا نہیں
اگر چرخ کا کوئی واقف ہوا ۔ ہوا جن و انساں کا یا پادشا

[1] کونیات یعنے موجودات (دنیا) مطلب یہ کہ دنیا میں ہر جگہ ذات الٰہی کا جلوہ ہے۔ اور یہ جو کچھ نظر آتا ہے۔ اس کے اوصاف ہیں۔ یہ سب کچھ اسی جلوہ کا نیرنگ اور تماشا ہے ۱۲۔ [2] جو غافل لوگ نیست اشیا یعنے ماسوی اللہ کے پرستار ہیں۔ خود بھی نیست ہیں۔ اور ان کے معبود بھی نیست ہیں ۱۲۔
[3] دین خواستار ۔ دین کے آرزومند ۱۲

خرد کے سوا کس کو ہے آگہی ۔ نہیں جہل کی زندگی - زندگی
جو مرتا ہوا بھی کرے مجھ کو یاد ۔ وہ جاتا ہے فردوس میں ہو کے شاد
جہاں ایک پردہ سا ہے جان پر ۔ بجز عارفوں کے اٹھے کب مگر
وہ دیکھیں گے مجھ کو ہر اک رنگ میں ۔ ہر اک خشت میں آب میں سنگ میں
نہ جنتا نہ مرتا ہوں میں زینہار ۔ جہاں جسم - جاں میں ہوں اک ہوشیار
گزشتہ و آئندہ و حال سے ۔ مجھے آگہی سب کے احوال سے
یہ سب خلق حرص و ہوا میں ہے قید ۔ امیدوں سے ہے اسلئے نا امید
بتایا ہے ادھیائے تم ارجن تجھے ۔ نظر میں شب و روز رکھیو مجھے

آٹھواں ادھیائے۔ سدھ جوگ (مہاپرش جوگ)

یہ کی عرض ارجن نے اے کرشن جی ۔ تصور ہے ادھیاتم واقعی
ہے ادھ بھوت اور آدھ جگ کی خبر ۔ بتا دے مجھے لطف کی کر نظر
تجھے کیسے جان جہاں جانئے ۔ دم نزع کیونکر تجھے مانئے
سکھا راہ عرفان ایزد تعال ۔ بتا حال رکھیان فرخندہ حال
یہ کیفیت موجب کائنات ۔ یہ نیر تجھے جلوہ ہائے صفات
ہر اک بات کو کھول کر تو بتا ۔ مشرح ہر اک مسئلہ تو سکھا

کہا کرشن نے جسم ہے جو عیاں
اور اس جسم میں جلوہ گر پاک جان

اِس پر ایک اعتراض آتا ہے کہ ترتیا یگ کے آخر میں رامچندر جی ہوئے۔ ان کا ہمعصر اور گورو بشسٹ منی مصنف بشسٹ پران تھا۔ اس کا بیٹا شکتی جس کو بسوامتر نے قتل کیا۔ شکتی کا پراشر منی مصنف پراشر سمرتی و وشنو پران اور اس کا بیٹا بیاس ہمعصر سری کرشن و مصنف مہابھارت۔

بشسٹ دواپر یگ کے اخیر زمانہ میں ہوا۔ اور بیاس ترتیا کے آخر میں گویا چار پشتوں میں پونے نو لاکھ گذر گئے۔ درآں حالیکہ عمر دواپر یگ پر ہزار سال۔ و ترتیا یگ دس ہزار سال زیادہ سے زیادہ ہے۔

اور دیکھو۔ پرسرام سیتاجی کے سوئمبر کے وقت موجود تھا۔ اور درونا چارج اور ارجن جی نے اس سے علم اسلحہ و جنگ سیکھا تو پرسرام کی عمر پونے نو لاکھ سال ہوئی (مگر پرسرام کی بابت تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو دوامی زندگی مل چکی ہے۔) مگر اگر یہ بات ہے تو اب وہ کہاں ہے؟۔

مگر اس کی تاویل بعض شارحین نے عجیب طرح کی ہے یعنی غالباً سری کرشن جی کی مراد اس سے یہ تاویل ہے کہ دن رات میں تعداد سانسوں کی اکیس ہزار چھ سو ہے۔ اور در آمد بر آمد کے بینتالیس ہزار دو سو ہوئے۔ اور پاس انفاس کے واسطے اندرونی بیرونی دس حواس کا ضبط ضروری ہے۔ تو چار لاکھ بتیس ہزار ہوئے۔ اب پاس انفاس کی منزل (فنافی الوجود) کی تکمیل سے کل یگ ختم ہوا+

دمِ نزع جو جس دم کو کرے — خیال اس کا بھی محو مجھ میں رہے
نکل جائے تالو سے جانِ حزین — تو سورج کی مانند دے روشنین
کرے یاد مولا کی جو دائما — یہ بیداری و خواب صبح و مسا
تو ہو فیضِ اذکار سے محوِ ذات — ملے بیگماں اس کو ارجن نجات

خدا نے کیا خلق کو بارہا
کہ مالک ہے وہ خلق و ایجاد کا

برھمہ کہ جس کی ہے یہ انجمن[۱] — وہ ہے قیدِ زندانِ آواگون
یہ عارف ہمارا ہے اس سے بری — کہ وہ محو مجھ میں ہوا واقعی
بچے تو بھی سے جو کہ اور کام سے — عداوت سے لذت سے بدنام سے
ملے ان کے رہنے کو پھر امکان — کہ ہے منزلِ خالقِ دو جہاں
بڑی عمر کب جیون کا ہے سفر — کہ اس پر چلے گا اجل کا تبر
برھما کی آیو گنو تو سہی — کہ ہوتی ہے دن سنکڑے چوکڑی[۲]
وہ اک دن کی مانند لمبی سی شب — اجل کیا ہو سو سال پر بھی تعب
بہت کوہ و صحرا نو بدی کریں — گھڑی پل بہت کھتال میں لکھ رکھیں
بہت لکھتے رہتے ہیں تقویم تو — یہ کیا جانیں وہ قدر تسلیم کو
سحر جب برھما کی ہوتی ہے شام — نہیں خلق و عالم کا رہتا قیام
کرے خلق پھر جبکہ ہوئے سحر[۳] — اسی طرح جاتی ہے آیو گزر

[۱] دنیا یہ برھما انجمن سے کیونکہ اسی نے پیدا کی ہے-۱۲ [۲] چوکڑی = چار یگ یعنے ست- ترتیا- دواپر- کل-۱۲ [۳] برھما کا ایک دن ایک چوکڑی ہے-۱۲

جو دن کو مرے اُس کی ہووے نجات ‏— پڑے دَور[1] میں جس کو کہا جائے رات
مگر ہے جو جوگی وہ ہے خاص نور ‏— اُسے ہے میسّر دوامی سرور
بہرحال ہو جوگ کا آشنا ‏— یہ ہے محویت کا عجب راستا
مسلسل ہے یہ دورۂ کائنات ‏— تماشا ہے از بہرِ اہلِ نجات

نواں ادھیائے (وِدّیا راج) راج جوگ

ذرا اِس پہ کر سُن کے تو خوب غور ‏— بتاؤں گا اب تم کو اسرار اور
اگر ہے خرد اور فہم و ذکا ‏— تو بن جاؤ گے آپ ہی تم خدا
خرد وہ خرد جو ہے بالا تمام ‏— یہ دانش نہیں دانشِ خلق و عام
ملے گی تجھے شادمان زندگی ‏— مرے جیسی اک جاودانِ زندگی
کہ جو شخص ہے ایسا پاک اعتقاد ‏— مجھے اُس کی رہتی ہے ہر وقت یاد
جو بے معرفت بے حیا مر گئے ‏— ہمیشہ وہ آواگون میں رہے

سُنو میں ہوں ظاہر میں انساں اگر
حقیقت میں ہوں خالقِ خیر و شر

جہاں مجھ میں اور میں جہاں میں نہیں ہوں ‏— مرا مرتبہ ہے بیاں سے فزوں
برہمانڈ میں جس طرح ہے ہوا ‏— یونہی مجھ میں ہے کائناتِ خدا
منزّہ سمجھ مجھ کو اعمال سے ‏— خداوندگارِ جہاں کہہ مجھے

[1] دَور سے مراد دورِ تناسخ ۱۲

غافل نہ ہو جاوے اور ہر دم چوکس رہے۔ ورنہ جہالت کا ابر سیاہ پھر چھا جاتا ہے اور ذرا سی غفلت میں وہی مصیبت ہے۔

برہما کی رات سے بعض نے استغراق فی ذات یعنے مراقبہ سے بھی مراد لی ہے۔ اور دن سے استغراق فی صفات۔ تو پھر یہ مطلب ہوا کہ جب فنا کی منزل ہو جاوے تو بعد ازاں عالم استغراق ہے۔ اور استغراق اور مراقبہ سے اگلے مدارج طے ہوتے ہیں جو مشاہدۂ باطنی پر منحصر ہیں اور علوم اور اعداد اور مشاہدہ عینی سے بالا ہیں۔

گیان کے بعد کارن اہنکار کی منزل ہے یعنے علم لدنی کا درجہ۔ اور بعد ازاں ان بھو یعنے فنا فی اللہ کا درجہ ملتا ہے۔ اور درجہ فنا کے بعد بقا کا ہے۔ اور حیات دائمی حاصل ہو جاتی ہے اور دنیا کی ظاہری موت اور حیات برابر ہو جاتی ہے +

ادھیائے نہم۔ راج یوگ

اس میں تین قسم کا بیان ہے اول ذات ایزد تعالےٰ۔ جو حدوث اور قدم سے برتر ہے افعال اور دنیا کا ظہور اور فنا علم صفات پر منحصر ہے۔ ذات اور صفات کا باہمی تعلق ادراک اور معقولات سے پرے ہے۔ اور جب خودی اور پندار کو دور کیا جاوے۔ تو چشم معرفت سے مولا دکھائی دیتا ہے +

برادر میں شوہر میں بیوی میں ہوں
پدر مہرباں اور مادر میں ہوں

سزا دے جو اعمال کی میں وہ ہوں
جزا دے جو افعال کی میں وہ ہوں

حیات و ممات و سکت میں ہی ہوں
گمان اور رہ معرفت میں ہی ہوں

سماں اور بارش شگال اور ابر
شکور اور سنتوش عتبار و صبر

وحید اور اونکار۔ ست و گن
اٹھائی تھی میں نے ہی آواز کن

پراگندگی کو فراہم کروں
پناہ غریبان درماندہ ہوں

زمیں بھی میں ہوں آسماں بھی میں ہوں
مکیں بھی میں ہوں اور مکاں بھی میں ہوں

میں خلاق و رزاق و غمخوار ہوں
ہر اک جیو کا میں نگہدار ہوں

میں ہوں ظرف اور ظرف کا آب ہوں
میں ہوں شغل مشغول خود ہی ہوں

مہ و انجم و کوکب و آفتاب
مری سب سے بالا ہے عالیجناب

تہ بحر میں۔ اور ساحل بھی میں
میں امرت ہوں۔ زہر ہلاہل بھی میں

غرض اس جہاں میں جو کچھ ہے میں ہوں
ہر اک نیک اور بد پہ شاہد ہوں

جو کرتے ہیں سچے مری بندگی
خوشی سے گزاریں گے وہ زندگی

اقسام عابدان

وہی بندہ ہے بس مقبول ہے
مری خاص خلوت میں موصول ہے

پرستار میرا ہو یا غیر ہو
پرستش کی اس کو ملے گی جزا

حقیقت میں ہے گر پرستار جو
نجات اس کو مل جائے گی ہر سبب

عارف

اگر اس کے دل میں نہیں عبرت
تو وہ بن گیا صاحب معرفت

۱ ست سے مراد ست گن ہے۔ ۲ موصول = ملا ہوا۔

منی اور رکھی دل کو مجھ سے لگا
مرے قرب میں خوش ہیں کہ خدا

غرور سے تائب ہوا اور توبہ کر
تضرّع سے رکھ مجھ پہ ہر دم نظر

سدا ایک طاعت سے رکھ مجھکو یاد
دل اپنے کو رکھ عشق میں میرے شاد

اگر ویش شودر بھی ذاکر ہُوا
برہمن سے ہے اس کا درجہ سوا

میں ہوں عاشقوں سے بہت شرمسار
کہ ہوں بندۂ عشق اے ہوشیار

جو مخلص مرے نیک ایمان ہیں
وہی میرے مقصود اور جان ہیں

جو دیوا ور بیت سے محبت رکھے
مرے بعد وہ ان سے جا کر ملے

مگر میرا طالب مجھے آ ملے
برہمن ہو یا چھتری جان لے

مجھے آ کے مل اور خودی چھوڑ دے
بجائے وہ ضلالت سے ہٹ جا پرے

اگر تیرا ہو جائے مجھ سے وصال
رہے کچھ نہ نقصان پائے کمال

نہ دشمن کسی کا نہ میں دوست ہوں
مجھے ہیں برابر سعید و زبوں

مگر مخلصوں کا طلب گار ہوں
غرض عاشقوں کا خریدار ہوں

اگر میرا دل سے تو ہے خدمتی
کوئی بھی نہ مجھ کو رہے گی غمی

جو اخلاص سے میری پوجا کرے
جگہ اُس کو خلدِ بریں میں ملے

بنے گا تو اخلاص سے کام سن
کہ خادم ہے مخدومِ ہر دو جہاں

ادھیائے دسواں بھوت جوگ

بچن

مگر میں کرتا ہوں تجھ پر عیاں
بتاتا ہوں پھر تجھ کو راز نہاں

بیراٹ سروپ[1] سے جزو میں کل کا تماشا دکھایا۔ اور یہ حق الیقین اور علم الیقین کی اعلے منازل ہیں۔ فنا کا درجہ حاصل کرے اور انانیت چھوڑ دے۔ اور عشق میں فنا ہو جاوے۔ پھر یہ درجہ ملے۔ یہ وصال کا درجہ ہے۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجانان یا جان ز تن برآید

اودھیائے دوازدہم **بھگت جوگ** اس میں فنا ہونے کا طریقہ ہے

یعنی ہوا و ہوس کو فنا کرنا۔ اور درجہ ترک حاصل کرنا۔ حواس دل منضبط کرنا۔ مراقبہ کرنا۔ اور عشق اور فنا کا ذکر ہے اور اول پر دوم کو ترجیح دی ہے۔ کہ "موتو قبل ان تموتو" فنا سے محویت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ محویت جمال جانان کا آئینہ۔

عشق دانی چہ بود بندۂ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

اودھیائے سیزدہم **چھیترک جوگ** اس میں عشق سے درجہ فنا کو حاصل کرنے کا طریق ہے۔ اور چند اصطلاحات صوفیا کی تشریح اور

[1] بیراٹ سروپ = مکاشفہ کل۔ [2] حیراں = بیننے شنید۔

یہ ارجن! مرا ظل (پرتو ۱۲) ہے سب جہان
جہاں ہے بدن اور میں اس کی جان

وجود و عدم اور حدوث و قدم
جہاں عرش و فرش اور لوح و قلم

یہ سب کچھ ہے قدرت کا میری ظہور
سمجھتا ہے ۔ ہے جن کی آنکھوں میں نور

بہت سے نے مرے عشق میں بارہا
خرد ہوش و فہمید کو کھو دیا

سمجھ لے کہ میں ہی ہوں خالق قدیر
بد و نیک کا میں سمیع و بصیر

مجھے دیکھ کر کے بعین الیقین
کہا گیان نے "خالق العلمین"

گیانی نظر اپنی مجھ میں جما
شب و روز ہے ذکر کرتا مرا

سمجھتا ہے چیلوں کو میرا گیان
جہاں کا سراپا ہیں سلہ دل اور جان

صبور اور قانع ہیں بے مدعا
زمانہ سے کوئی نہیں ہے گلا

حبیب ان کو اپنا بناتے ہیں ہم
یہ لوگوں میں دل میں بٹھالے ہیں ہم

کہ سب ان کی تعظیم و عزت کریں
مدام ان کی چوکھٹ پہ ساجد رہیں

یہ ارجن نے سن کر کہا کرشن جی
کہ ہے دو جہاں میں خدائی تری

یہ جو کچھ جہاں میں تری ہستی ہے تو
خداوند بالا و پستی ہے تو

بدن تو ہے اور جان عالم ہے تو
غرض کفر و ایمان عالم ہے تو

تری ذات ہووے تو تجھ ہی سے رو
یہ جاہل بھلا کیا کرے گفتگو

ہر اک جا ہے جلوہ تری شان کا
جہاں ہے فدا تیری ہر آن کا

خدا اس لئے یہ بتا دے مجھے
کہ پہچانئے کس طرح سے تجھے

سلہ جہاں کے دل اور جان میں ہی ہوں جس سے وہ قائم ہے ۱۲

سلاحوں میں بجر[1] ہوں لشکر شکن — زمانہ کی گائیوں میں ہوں کامدھن
افاعی میں باسک ہوں ناگوں میں شیش — گجوں[2] میں تو ایراوتی ہوں گنیش
سمندوں میں اوچیشر دا خوش عناں — غنی و صمد کبریائے جہاں
دئیت ہوں تو پیلا دقاتل تو کال — ہواؤں میں ہوں صرصر تیز چال
برج میں ہوں شام اور نربیں گنگ — ظفرمند رام اور بحری نہنگ
ابد اور ازل اور میان زمان — کریم و جواد افضل و مہربان
کمال عزت و شان و بخت کریم — جلال اور پیدائیت علم عظیم
شہنشاہ ہوں نوع انساں میں — کرے مثل ہو عزت و شان میں
میں ہوں کام باعث ہوں ایجاد کا — میں ہوں برن ماوا ہے دریا مرا
مرا نام پتروں میں ہے ارجمان — شہنشاہ جم میرا والا مکان
درندوں میں میں شیر درندہ ہوں — بہادر گرڑ تیز پرندہ ہوں
الف ہوں کہ ابجد کی ہے وہ بنا — سماسوں میں ہوں دوند لا انتہا
ممات جہاں جس کو ہے نام کال — حیات زمان پراگندہ حال
بغیر از کسوف آفتاب عظیم — برہما ہوں میں دیوتائے عظیم
جو گذرا میں ہوں اور جو ہوگا بن عیں — وہ جب تک رہے گا زمانا میں ہوں
کمھاں۔ بدھ دھیرج ہوں اور سرتی — سمارت ہوں کیرت ہوں اور لچھمی
جو ہے چھند میں میں ہی گایتری — دھنتر طبیبوں میں عالم دگی

ل[1] بجر مہادیو کے چکر کا نام ہے ۱۲ ل[2] گج و گنیش = ہاتھی اور ایراوتی سفید عظیم اور خوش قسمت اور خوبصورت ہاتھی ۱۲-

اس کتاب میں تناسخ کا بار بار ذکر ہے۔ اگر اہل اسلام اس سے مراد اعقاب اخروی لیں تو پھر راستہ صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں معرفت کے حصول کی جو اس میں ریاضات درج ہیں۔ وہ وہی ہیں جو صوفیائے کرام اسلام نے لکھی ہیں +

بعض اہل ہنود کرشن جی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جنگ کے بانی اور بصورت دوم ہندوستان کی تہذیب اور حکومت کے مستاصل یہی ہیں۔ مگر گیارھویں ادھیا کو دیکھو اور غور کرو کہ یہ سب کچھ مشیت ایزدی کے کرشمے ہیں۔ ہونی بلوان ہوتی ہے۔ جس کو آخر کار بڑے بڑے پولیٹکل مدبر بھی مان چکے ہیں۔

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نہ کشاد و نہ کشاید بحکمت ایں معمارا

اور یہ بھی نہ سہی۔ تو ذرا غور سے نگاہ کرو تو کورو جیسے ظالموں کا استیصال کیا ضروری نہ تھا۔ کیا ظالموں کو ظلم کی سزا دینا۔ اور ان کو ان کے کیفر کردار کو پہنچانا گناہ ہے؟ دوستو اگر یہ نہ ہو۔ تو عدل دراستی زمانہ سے گم ہو جاوے۔ غریب لوگوں کی ہستی معرض خطر اور تلف میں آجاوے۔ اور رشدہ شدہ تمام دنیا غارت ہو کر کچھ بھی نہ رہے۔ لاٹھی والے بھینس کے مالک بن کر گردش فلک اور امتیاز تلنے والے سب کو گرداب فنا میں ڈال دیں۔ باقی رہا کلمہ تبلیغ۔ اور علوم کا خاتمہ اگر یوں نہ ہوتا اور طرح

کہا تو نے میں ہوں محیطِ جہاں
مرے دل میں ہے تیرا نشاں!

کر اپنی وہ صورت مجھے دے دکھا
کہ جس میں یہ عالم ہے سارا چھپا

کریں آرزو جس کی عابد تمام
دکھا دے مجھے بہرِ ربُّ الانام

عنایت سے مجھ کو سرافراز کر
مجھے کر کے آگاہ ممتاز کر

تو فرمایا اچھا دکھاتے ہیں ہم
نشاں بہتر تجھ کو بتلاتے ہیں ہم

پہ مشکل ہے اس طرح سے دیکھنا
ان آنکھوں میں کب ہے بھلا وہ ضیا

عطا کرتے ہیں اک نئی روشنی
دکھاؤں گا تجھ کو مثال ہی

نگہ کر ادھر دیکھ بیراٹ روپ
بلا پردہ دیکھ اب ہمارا سروپ

دہن گل کی مانند پھر وا کیا
جہاں کو وہاں جلوہ دکھلا دیا

کوئی حصر ہی تھا نہ اشکال میں
وہ نیرنگ صد رنگ تمثال میں

ہر اک سینکڑوں سورجوں سے سوا
بدن پر نہ بیاں اس کی ہر اک ادا

ہزاروں مہ و مہر تابندہ تھے
کروڑوں وہاں چرخ رخشندہ تھے

عناصر ہوا ید سب تھے عیاں
جو دیکھا - نہیں اس کا ممکن بیاں

مریچ و مہا دیو اسنی کمار
سرشٹی دنیش و گنیش و کمار

سموم و نسیم و صبا و دبور
چمن اور جنات حور و قصور

برستی ہوئی وہ کالی گھٹا
چمکتی ہوئیں بجلیاں پر صدا

ڈرا خوف سے پڑ گئی سپیدی
بڑھی اس کی صورت سے حیرانگی

کیا سجدہ پاؤں میں پڑ کر وہاں
تو کی عرض اے شاہِ کون و مکاں

دروناو بھیشم کرن بکرن
میرے سارے عم زاد پیمان شکن

وہ سب ان کی افواج لا انتہا
بریدہ سر ان تن جدا سر جدا

ادھر سے ہمارے کو رشٹدمن
مہاراج بیراٹ لشکر شکن

درو پد شکھنڈی عظیم الوقار
کٹے سب کے سر اور سینہ فگار

رواں اور پر موج دریائے خون
ہزاروں بہادر پڑے سرنگون

کسی میں نہیں زندگی کا نشان
پڑے بے سرو بے توان و روان

ولاور زمانہ کے شیر ژیان
ترے منہ میں ہوتے ہیں گرنہاں

نکلتے ہیں دانتوں میں لاکھوں حرون
کہ پروانہ ہو شمع پر سرنگون

مزے لیکے ان کو چباتا ہے تو
حیات ان کی ہولا مٹاتا ہے تو

یہ سب کچھ تو دیکھا مگر کیا ہے راز
کہ ہے دیدۂ عقل کا در فراز

نہیں کھلتا تو کون ہے کیا ہے تو
مرے فہم قاصر سے بالا ہے تو

کہا کرشن نے میں نے کھولی نقاب
اٹھا پرشٹ دل سے تمہارے حجاب

کہ سب کی ہلاکت کو بھی دیکھ کر
تو اب تک رہا بے خبر بے بصر

کوئی مارتا کوئی مرتا نہیں
مقدر ہے مولائے جاں آفریں

تو کیوں مضطرب اور حیران ہے
تو کیوں کارہ[1] جنگ و میدان ہے

یہ کورو ہیں بدبخت اور بد نصیب
اجل ان کی آئی ہے از بس قریب

بہانے نہ کر اور نامردانہ بن
نہ بیہودہ بے فائدہ کر سخن

برشد نی مقدر ہے

[1] کارہ۔ منکر کراہت کرنے والا ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ثنا حمد و شکر اے خدائے کریم
کہ تو ہے رحیم اور بندہ پہ رحیم

گنہ بہوت سے ہے میرا نامہ سیاہ
ملی بخشش سوں تری بارگاہ

تجھے دوست ہے رحمت کوں کیونکر کہوں
ترا شکر انعام کیوں کر کروں

خدا پاک تو میں ظلوم و جہول
تو پروردگار اور میں بوالفضول

کیا مجھ کو موجود معدوم سے
کیا جسم و روح تن مرحوم سے

منور کیا نور توحید سے
زبان پاک کی ذکر تحمید سے

عطا کی سبے تجھ کو سخن گستری
کرم کی نبی پاک کی پیروی

فرمایا حق نبی نو قسمہ
جہاں میں ہے تجھ تو ہے رحمت

مری توبہ کر رحم کر لے قبول	ترا عبد ہوں ہیں ظلوم و جہول
پسر ہوں ترا اور تو ہے پدر	تصوروں سے بالا مرے دادگر
بڑوں سے بڑا کون تیرے سوا	زمین و زماں میں کوئی دوسرا
ترے پاؤں پر رکھ جبین نیاز	تجھے سجدے کرتا ہوں اے سرفراز
ترے خوف سے مضطرب میرا من	لرزتا ہے مولا مرا جان و تن
دکھا دے مجھے صورتِ جانفزا	جیئں رنج مجھ مرے بشریٰ لے آ

کہا تو نے وہ شکل ہے دیکھ لی
کہ دیکھی نہ آنکھوں نہ کانوں سنی

تمنا میں مضطر ہے سارا جہاں	نہ جلوہ ہوا یہ کسی پر عیاں
بہت خاکِ رہِ عشق میں ہو گئے	بہت اپنی جانِ حزیں کھو چکے
بہت طاعتِ دین میں مصروف ہیں	بہت رنج و محنت میں مشغوف ہیں
ملی تجھ کو وہ دولتِ بیکراں	جو پائی نہ اوروں نے دیکھی عیاں

دکھائی وہ پھر صورتِ دلفریب
ہوا جس سے ارجن کو صبر و شکیب

وہ جلوہ تھا سورج کا یا حسنِ ماہ	تجلا تجلائے نورِ الٰہ
گدا چکر اور سنکھ تھا اور پدم	کہ ہاتھوں میں تھا اور بزیرِ قدم
پہن کر پیتامبر مکٹ کو لگا	کہ موروں کے پنکھوں سے تھا وہ بنا
وہ کانوں میں موتی سجائے ہوئے	وہ ماتھے پہ ٹیکا لگائے ہوئے
منی کوستب رو کشِ آفتاب	گلے میں لٹکتی تھی با آب و تاب

کہا سُن اِکہ جو ہیں حقیقت شناس
نہیں رہتا ان کو امید و یاس

تمنا کا دل میں نہیں کچھ فساد
شب و روز ہے دل میں میری ہی یاد
نہ راحت کی شادی نہ غم کا گلا
ہر اک حال میں میرے محوِ رضا

تصور مدام اُن کا میری طرف
ہیں میرے واسطے مرتقب[1] معتکف[2]

در پند

پیارے[3] جن ہر رنگ بے رنگ رہ
پرستارِ آب و گِل و سنگ رہ
تصور تو کر نور کا جسم تن
تو دامانِ مولا پہ ہو پنجہ زن
غرض خویشتن اور خودی کو مٹا
ہمیشہ تیار[4] رہے نیستی کا سدا
ہر اک[5] کام لطف اور بخشش میں دیکھ
مجھے ہر قہر اور بخشش میں دیکھ
سلوک اور ہمت عبادت تمام
یہ سب خواجگی اور غلامی کے کام
یہ جو کچھ ہے گر ہے تمہارے لئے
حقیقت کی منزل ملے گی تجھے
دل اندیشہ و غم سے بیرنگ کر
ملے تو تجھے ورد سوہنگ[6] کر
کسی پر نہ کر جبر و زور و جفا
ہوا خواہ و ہمدرد بن خلق کا
خوشی میں نہ کر عیش غم میں نہ غم
نہ ہونے دے بیکس پہ جور و ستم

[1] مرتقب۔ مراقبہ کرنے والا پرانام کرنیوالا۔ سمادھی لگانے والا۔۱۲
[2] معتکف۔ گوشہ میں بیٹھا ہوا۔۱۲ [3] تو جس حالت میں ہووے دوئی نہ کر۔ منافق نہ بن۔۱۲ [4] تیار۔ تیاری۔۱۲ [5] لطف و بخشش خدا میں ہر ایک کام کو دیکھ۔ اُسکا قہر اور مہر سب کچھ اسکی عنایت ہے۔۱۲ [6] سوہنگ کا ورد۔ پاسِ انفاس۔۱۲

یہ واسطے پہ اخلاص سے پھر کہے
نہ سوکھے کٹے نے جلے نے گلے

یہ منتر پڑھے گن باخلوص صمیم
وہ ہے لازوال اور ساکن قدیم

محیط اور ہے تا ابد لامکان
رکھے پھر یہ منتر پہ اپنے نشان

کہے پھر کہ ارجن ادھر کر نظر
کہ سب سے سروپ ہیں ہوں جلوہ گر

رکھے ہاتھ پھر دوسرے ہاتھ پر
کہ دیکھ جلوے مرے کر نظر

چھوئے پھر دل و جبہہ و ام الدماغ
چھوئے پھر دو بازو وہ دونوں چراغ

کہے بعد ازاں جذب اشراق سے
وہ چھ جملے جو پہلے لکھے گئے

پڑھے بعد ازاں کرکے دل کو رجوع
باخلاص قلب و خضوع و خشوع

کہ گیتا ہے عرفان کا تذکرہ
کرشنا نے ارجن کو تلقین کیا

منی بیاس نے اس کی تالیف کی
مہابھارت اس سے مزین ہوئی

ہے رشتا ہے سب اس سے آب حیات
منافی جہل و شک کے شبہات

اٹھارہ ادھیائے ہیں عرفان کے
پیارے ہیں ارباب جان سے

سلام آپ کو بیاس جی صد ہزار
کہ روشن ہے دل تیرا خورشید وار

کہ بخشا ہے تو نے جو معرفت
جلائی ہے یہ شمع جمعیت

مہابھارت آراستہ انجمن
ہوئی جس سے رشک صد انجمن

کرشن مہاراج جی کو سلام
کہ آنند سے ہے وہ سب کے امام

لیے ہاتھ میں ایک نازک چھڑی
دکھاتے ہیں راہ شہر عرفان کی

ہزاروں ہی تم پر سلام و صلوۃ
دیا تو نے عرفان کا آب حیات

سب اپنشد پر معرفت دید کے
مثل گائے کے دودھ سے تھن بھرے

کسی کو نہیں ہے بدن کی خبر | بتاتا ہوں میں تجھ کو لے غور کر
گیان اور عرفان اس کی شناس | اسی پر تو ہے معرفت کی اساس
کہ ہے جان کیا چیز کیا چیز جسم | بتاؤں تجھے جسم کا سب طلسم
بہت طرز پر وید کھٹ شاستر | اسے لکھتے ہیں فلسفی باخبر

سلہ کھٹ شاستر ۔ چھ شاستر یعنے ۔ سانکھ ۔ نیائے ۔ یوگ ۔ ویشیشک ۔ اتر میمانسا ۔ پورو میمانسا ۔ ان سے مستنبط کہ جسم تت و حواس و حواس وغیرہ چیزوں سے بنتا ہے اور اس سے حیات موت وغیرہ بار بار اشیا سرزد ہوتی ہیں ۔ پانچ تت یہ ہیں ۔ ہوا ۔ پانی ۔ آگ ۔ مٹی ۔ خلا (آکاش) اور دس حواس یہ ہیں ۔ مدرکہ ۔ متخیلہ ۔ فاعلہ ۔ حافظہ ۔ ممیزہ ۔ ارادہ ۔ شہوت ۔ ناسک ۔ خارجہ ۔ پران اور حواس ظاہری یہ ہیں ۔ لامسہ ۔ ذائقہ ۔ سامعہ ۔ باصرہ ۔ شامہ اور دس حواس باطنی یہ ہیں ۔ [illegible] ۔ ہنکار ۔ سمان ۔ پران ۔ اپان ۔ ویان ۔ اودان رہتے ہیں حیوانات میں [illegible] جو کہ [illegible] اشیا کا مجموعہ ہے اور بارہ فعل ... [illegible] ... اگر ان ... [illegible] ... اسکا فعل ہے تو اسکو موکش ہے ... [illegible] ... اور موکش ... [illegible] ... ہوگا ۔ اور ... [illegible] ... اور نہ جسم ... جسم اور روح دونوں میں ... [illegible] ... تو وہی روح ہے جسم ... [illegible] ... اور ایسا جسم ... [illegible] ... معرفت ... [illegible] ... موکش ہے جس کو ان تمام باتوں کی خبر ہے وہ عارف ہے ... [illegible] ... ورنہ گویا ... جاہل ہے ... [illegible] ... اور موکش نہیں ... [illegible] ... اس کا حصہ ہے ۔

نتیجے صحبت بد سے عرفاں ہے یہ | مؤبد¹ ترین گنج ایقاں ہے یہ
رکھے اس کو پیش نظر روز و شب | کہ ہو اس کو کوئی نہ رنج و تعب²
یہ عرفان ہے۔ جو کچھ ہے اس کے سوا | تغافل ہے۔ سستی نہ کر اب ذرا

بتاتا ہوں اب تجھ کو اس راز کو
دکھاتا ہوں اس مایۂ ناز کو

جو بالا ہے آغاز و انجام سے | جو اعلیٰ ہے اوہام و افہام سے
وہی آگ ہے اور وہی باد و آب | ہر اک ذرہ ذرہ میں وہ آفتاب
ہر اک حق و باطل سے ہے وہ بری | ہر اک³ رنگ میں رنگ اس کا جلی
وہی آنکھ۔ کان اور ہوش و خمار | توانا محیط اور پروردگار
اُدھر سے ہی آئے اُدھر جائینگے | وہاں سے ہی مقصود بھی پائینگے
وہی ہے جہان و مکان و زماں | وہی ہے قیاس و حواس و گماں
وہی آشنا ہے وہ بیگانہ ہے | وہ مسجد میں۔ وہ زیب بتخانہ ہے
وہ ہے سب سے بیزار اور مائل بہ خویش | مصیبت میں ہے عاشق سینہ ریش
بری الصفات اور بالکل صفات | وہی عین ذات اور وہی غیر ذات
روندہ نشیننده آیندہ ہے | وہ نا مستقل اور پایندہ ہے
اگرچہ خرد ہے بڑی خردہ بین | یہ ملتا نہیں اس کو وہ نازنین

۱؎ مؤبد - تا ابد رہنے والے ۱۲ ۲؎ تعب - تکلیف - ۱۲ ۳؎ اس کے دو مطلب ہیں اول ہر ایک بات میں وہی نظر آئے۔ دوم ہر ایک رنگ سے اس کا رنگ خوبصورت ہے - جلی بمعنے خوبصورت و روشن و جلوہ گر - ۱۲

نکل اور سہدیو بر میسرہ
وہ ساتک سر جادواں نامدار
وہ جیجدھان پُردل بفوج گران
مہاراج کاشی سر سروراں
اُدھر کنت بھوج اور اُدھر شیبیا
اِدھر ہے پرکھیت بھیما ز ورمنگ
وہ ہو دھرشٹ کیت آصف روز جنگ
اِدھر پانچ پانڈو کے فرزند ہیں
کہ ہر ایک لاکھوں پہ وقت نبرد
ہماری سپاہ میں یہ ہیں مرد کار
وہ بھیشم پتا سر مل پہلواں
ترانو [illegible] اور کرن دلیر
وہ ہے کرپن اور سب پہلوان
مری یاوری پہ ہیں بستہ کمر
سپاہ پانڈوں کی اگرچہ ہے کم
ہماری سپاہ گرچہ ہے بیشتر
مرے پاس خاطر سے دل ہے تنگ
کہ اعدا سے خواہاں ہیں جب صلح کا
یہ بہتر ہے تم اس کے یاور بنو

وہ ارجن ہے سردار جملہ سپہ
وہ بیرا کھڑا ہے شیر دشمن شکار
دروپد ادھر مثل شیر ژیان
لرزتا ہے جس سے زمین آسمان
وہ ہے ابھمن پہلو سے نامدار
ادھر آٹھوں جا سے ہے تیار جنگ
سب آمادہ ہیں انکے کارزار
کہ کنتی کے آرام و دلبند ہیں
اگرچہ نہ سب بے نظیر اور فرد
کہ ہر ایک ہے رو کش صد ہزار
وہ کرپا اچارج ہے شاہ یلاں
وہ ہے سومدت مثل غرندہ شیر
مرے خویش سب نازش دودماں
مرے چشم و بازو و جان و جگر
گرو ہے جواں بخت و شیر اجم
پر بھیشم پتا سے تو ہے معتبر
مقابل ہو اور دشمنوں سے بجنگ
تو میدان میں یہ کچھ کریگا وغا
سیہ بخت دشمن کو مہلت نہ دو

کسی کا اگن تاپ معمول ہے — کوئی بت پرستی میں مشغول ہے
کوئی یگ و خیرات میں مستقل — کتھا بارتا میں کوئی مشتغل
اسی کی طرف سب کا ہے مدعا — پہ عاشق کو اس کے نہیں ہے فنا
مکیں اور مکاں جب بہم مل گئے — غبار تعین نہ باقی رہے
ہر اک شے میں آئے وہی پھر نظر — ہر اک چیز میں ہے وہی جلوہ گر
فنا سب کو ہے پر اسی کو بقا — یہ سب اپنے، وہ سب میں جلوہ نما
جو یک رنگی اس کی ہو نور نظر — تو ہر ایک میں ہے وہی جلوہ گر
ہر اک شے میں ہے اس کی جلوہ گری — یہی کام جاں کی ہے فرخندگی
یہاں اپنی تکلیف پر بھی نہ مر[ملہ] — خوشی کی نہ ہو تو بدی بھی نہ کر
عمل سے تعلق ہے پرکرت کا — مگر پرکھ ہے فارغ اس سے سدا
نگہ غور سے کر کے دیکھ اے عزیز — کہ وحدت و کثرت میں ہے کیا تمیز
وہی ہے قدیم اس کو ہے کب فنا — نہیں زندگانی بھی اس کے سوا
یہ آتش ہر جا ہے لیکن وہ ایک — ہے وہ ایک پر اس کے منظر انیک
ہر اک جا میں سورج کی ہے روشنی — وہ شمع اور یہ جسم محفل یونہی
جو پرکھ اور مولا کو سمجھے جدا — حقیقت سے وہ کب ہوا آشنا
نہ رکھ دل میں دنیا کی خود بینیاں — بڑھیں اس سے ہرگز نہ پابندیاں
ہے عام ان کے لئے پابجل — ملا ان سے کیونکر نہ وہ کام دل
اگر یہ سمجھ آگئی تو نجات — وگرنہ گئی زندگی واہیات

ملہ اپنی تکلیف اور آرام کا عاشق نہ ہو ۔۱۲

رجوگن سے ہوا امتحان عظیم ‏ کرے بادشاہ اس پہ جور الیم

توگن سے غفلت ہو اور جاہلی ‏ برہم سے رہے جہل و بیگانگی

ستوگن سے ہو عارف فلسفی ‏ رجوگن سے مالش بنے لالچی

توگن سے دیوانگی پائے گا ‏ ستوگن بلندی پہ لے جائے گا

رجوگن سے ہو محو حرص و ہوا ‏ توگن دکھاتا ہے تحت الثریٰ

میں ان سب سے بالا ہوں اے پیر جاں ‏ نگہ چشم بینا سے کر میری نشاں

جو ہوتے ہیں نرگن سے عارف جدا ‏ خدا کی قسم وہ تو ہیں خود خدا

کہا پھر یہ ارجن نے اے کامگار
رکھی اور منی تجھ پہ پروانہ وار

جو نرگن سے دامن بچائے ہوئے ‏ دل اپنا ہے تجھ پر لگائے ہوئے

نشان اس کا کیا ہے کہ پہچان لوں ‏ بنوں داس اور اس کے درشن کرلوں

کہا جو کہ نرگن سے آزادہ ہے
ہر اک جلوہ پر میرے دلدادہ ہے

وہ مطلوب کے وصل میں شاد ہے ‏ نہ حرماں سے مغموم و برباد ہے

محبت عداوت اسے ایک ہے ‏ غم و رنج و راحت اسے ایک ہے

گنوں سے تغیر کو ہے ماننا ‏ گدائی کبھی ہے کبھی ہے غنا

نہ ہو ان کی تحریک سے بیقرار ‏ گنوں سے نہ عاشق کو ہو اضطرار

نہ دنیا کے کاموں میں ہووے شکیب ‏ مسافر ہو ہر وقت پا در رکیب

زر و سیم خاک آئے یکساں نظر ‏ رہے خار گل برگ و نخل و ثمر

کہا پھر کہ اے نیک دل رزم خواہ
ادھر دیکھ لشکر کو کر کے نگاہ

یہ بھیشم درونا ہیں سردار فوج
وہ ہیں راجگان مددگار فوج

نظر کر کے ارجن نے کی آہ سرد
یہ کی کرشن سے عرض با روئے زرد

یہ سب میرا کنبہ ہے میرا عیال
جنہیں مجھ سے ہے جنگجوئی کا خیال

میں اس کام سے سخت حیران ہوں
غم و رنج دل سے پریشان ہوں

گروہ مہربان دوست اور خال و عم
کروں اُن سے میں جنگ ہائے ستم

مرے تن پہ ہیں خار و خشک لب
دل و جان ہے پر ز رنج و تعب

رہی مجھ میں ہرگز نہ تاب و تواں
مرے ہاتھ سے گر نہ جائے کماں

بھلا مان لیجے اگر کرشن جی
ظفر جنگ میں بھی مجھے ہو گئی

ملے کشت و خوں سے بہت مال و زر
کہ بن جاؤں شاہنشہ بحر و بر

پہ جب قوم ہی بے نشاں ہو گئی
تو پھر زندگی رائیگاں ہو گئی

مرے ہاتھ سے قوم ہو گر تباہ
بنوا لگا میں لغزش کا آماجگاہ

ہوا ان کے ہاتھوں جو رنج و نقصاں
تو کیا فائدہ جاں گئی رائیگاں

مجھے تاج پوشی میں ہو کیا مزا
کہ دنیا میں رہنا نہیں ہے سدا

یہ دریودھن اور اسکے بھائی شریر
ستمگار و جور و جفا کے ہیں پیر

سیہ دل ہیں ظالم ہیں بدکیش ہیں
بڑے حیلہ باز اور بد اندیش ہیں

دیتا نہیں ہیں تہے بے بصر
کہ قتل برادر کا ہے کیا ضرر

یہ میں جنگ ہرگز کرونگا نہیں
غم مرگ خویشاں سہوں گا نہیں

یہ کمبخت بے باک ہیں فتنہ گر
نہ بیٹے کی شرم اور نہ باوا کا ڈر

سرگ ۱/۳۱

حسوں کے خواص اس کے ہیں رگ و بار ہوائے ہوس سے رہیں بیقرار
عمل اس کے رشتوں سے باندھے ہوئے یہ دنیا پہ نقشے ہیں آمال کے
سمجھنے کو ہر ایک پر آرزو پہ کھلتا نہیں مطلب گفتگو
کہ سرسبز ہوتا ہے وہ کس سبب بہار اس کی کب ہو خزاں اس کی کب
ہے جڑ اس کی بن سے بھی مضبوط تر چلا اس پہ قطع امل کا تبر
اگر کٹ گئی جڑ تو امکان سے پہنچنا وہاں جس کی یہ شان ہے
کہ خلوت گہ خاص یزدان ہے نہ آنکھ اس سے آگاہ نے کان ہے
جو ہے پاکدامن وہ جائے وہاں کہ ہو بے ہوس بے گنہ مثل جاں
تکبر کا دامن ہٹائے ہوئے تمنائے دل سب مٹائے ہوئے
عداوت کسی سے نہ الفت نہ پیار بقا سمجھے از بہر پروردگار
کروں کیا بیان خلوت خاص کا وہاں مہر و ماہ کا نہیں جانا آنا
وہاں جو پہنچتا ہے پھرتا نہیں وہاں کی خبر کوئی پاتا نہیں
مرا نور ہے منبع نور جاں نہیں دور دل سے ہمارا مکاں
ہوا جوں اٹھا لیتی ہے تنکا کو حواس اور دل سے ہے جاں کا لگاؤ
حواس اور دل جو کہ ہیں محو کار بدن کے تعلق سے ہیں بے اختیار
جو عاشق ہیں جاں کے نہیں بے وقوف گرفتار لذات حس بے وقوف
تماشائے جاں کے ہیں نظارگی نہ بلہا نہ پر لاف دیوانگی
یہ ہے صبح صادق کہ ہے دعوئ فروغ لیا عاریت مجھ سے نور و فروغ
یہ سورج یہ چاند اور انجم تمام مجھی سے ہے ان کو فروغ و نظام

صفائے دل اور بے خطر زندگی — نیاز اور تضرع سے ہو زندگی
تن و جان کی فکر میں کاٹنا — تعشق میں خون جگر چاٹنا
جو ہو یاس دنیا براہ خدا — رہے فیض کا باب ہر دم کھلا
حواس اپنے قابو میں رکھے مدام — رہے موت پیش نظر صبح و شام
دل و جان سے یکسر ہے کاربند — انیسِ جہاں سدِّ راہِ گزند
عمل علم پر دل لگائے ہوئے — حکمت پر نظر کو جمائے ہوئے
کرے زہد میں جہد بیجائے خاک — جگر خون ہو سینہ ہو چاک چاک
بنے صادق القول اور کم سخن — نہ لے فائدہ ہرزہ ہر دم سخن
نہ آئے غضب غیظ میں زینہار — نہ قہر اس کی عادت نہ ایذائے کار
قناعت میں ہر وقت آسودہ حال — نہ آئینہ دل پہ زنگ ملال
سخی و کرم پیشہ رہنا سدا — جو کچھ ہاتھ میں آئے دے ڈالنا
ہمیشہ رہے نرم دل خوش مزاج — حسوں کو نہ لذات کی احتیاج
برے کام سے رکھیں ہر دم حیا — رکھیں نرم دل مستقل اور بجا
بچیں فعل ناکردنی سے مدام — نہ ہرگز کریں ناپسندیدہ کام
جو سختی پڑے تو بنیں بردبار — مجسم معافی تامل سے کار
دل و جسم کو پاک رکھے مدام — حسد اور کینہ نہ ہو ان کا کام
نہایت فروتن رہیں خاکسار — یہ ہے راہ جنت کی اے کامگار
یہ چھ شخص بدکار ہیں بدخصال — نجات ان کی ہونا ہے ازبس محال
ریاکار - خودبین - ستمگر - شوم — سیہ دل - خود آرا - ظلوم جہول

کھڑا ہو تو میدان میں ہو کے دلیر — نہ کر رو بہانہ سخن ہو کے شیر
کہا کرشن جی جنگ اخوان سے ؟ — گریز و دوست و عم و اخوان سے ؟
درونا پہ بھیشم پتامہ پہ تیر — مجھے اس سے بہتر ہے ہونا فقیر
خدا کی قسم جنگ بھاتا نہیں — مرا ہاتھ خنجر پہ جاتا نہیں
نہ آمادہ مجھکو کرو جنگ پر — گدائی ہے اس راج سے خوب تر
کروں جنگ میں ان سے کیا فائدہ — سراسیمگی دل پہ ہو عائدہ
ہزیمت ہے اس فتح سے خوب تر — کہ آلودہ خون لقمہ بد ہے مگر
نہیں یہ خبر کس کی ہوگی ظفر — گرے کون پھر خاک پر خون پر
کسے تخت فرمان دہی کا ملے — بچھے تخت نہ موت کس کے لئے
مجھے جنگ پر تنگ مت کیجئے — کوئی غم شکن سکھشا دیجئے
ہو گر مملکت جاودانی عطا — پہ ہوگا نہ کم یہ غم جانگزا
یہ کی التجا سب اور ہوا پھر خموش — نہ تھی سدھ اور غم سے سر تن کی ہوش

کہا کرشن نے ہنس کے ای جان جان
تو غافل ہے از کار سر جہان

تو بیہودہ مغموم ہے دمبدم — کہ بے سود ہے یہ دل آزار غم
مناسب ہے غم اس کا جسکے سوا — نہ ہو جان شیریں کو حرمان سدا
کہ ماضی تو گذرا نہ آئے گا پھر — نہ آئندہ ہے جان من معتبر
مری بات پر کان رکھ بیرجان — کہ کرتا ہوں ظاہر میں سر نہان
کہ میں اور تو سب جو معلوم ہے — نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے

ملا آج یہ اور یہ کل آئے گا
ہمیں عارف و کامل و داد گر
عزے سب مہیا ہمارے لئے
نہیں دوسرا کوئی بھی ارجمند
شریف النسب ہم عدیم المثال
یہ ہیں قید زنجیر حرص و ہوا
غلط ان کی رائے ہے ظالم شقی
انہیں ہے غرض اپنی دولت پہ ناز
نصیحت بزرگوں کی سنتے ہیں کم
ریاکار مکار اور خودستا
پیار اور سے - مجھ سے نفرت کریں
اٹھیں جب ریاکار یگ کے لئے
بھلا مر تو لیں - ان کا آواگون
جہنم میں جانے کے اسے بے خبر
خبردار اس راہ کو چھوڑ دے
حکمت سے ہے گر تجھ کو مد نظر
خلاف بزرگان نہ کر زینہار

خزانہ اسی طرح بن جائے گا
ہمیں حاکم و جابر و زور ور
غرض دین و دنیا ہمارے لئے
سوا اپنے کیوں اور ہوں شادمند
سوا اپنے کس کو ہے کوئی کمال
گرفتار دام گناہ و بلا
مریں گے تو بن جائیں گے دوزخی
یہ کج فہمیوں سے نہ آئیں گے باز
خمار ان کا ہے جوش میں دمبدم
بڑے خود غرض اہل جور و جفا
جہالت سے بھی بڑھ کے نفرت کریں
کریں ذبح جاندار یگ کے لئے
سگ و خوک اور خرس ہوں گے سخن
طمع - خشم و شہوت یہ ہیں تین در
نہ بر عکس تو کیجیو بید سے
تو کر جو کہیں بید اور شاستر
حکمت کا ہے اپنے ہی دیں پر مدار

یہ ایسی غذائیں جو ہیں ناگوار ۔ کریں رجگتی لوگ سب اختیار
بہت شور سرد اور باسی طعام ۔ وہ کھاتے ہیں جو تم طبیعت ہیں خام
نتیجہ یگوں کا نہ محبوب ہو ۔ یہ بچارا اہل ست گن کو مرغوب ہو (یگ)
نتیجہ کا خواہاں رہے راجسی ۔ خلاف کتب طاعت تامسی
وظائف میں اور اور خیرات میں ۔ خدا پر تمام اپنی نسچا رکھیں (عبادات)
عبادت بدن کی ہے عجز و نیاز ۔ رہے ناقص افعال سے احتراز (عبادت سنگی)
کرے دیوتا کی سدا بندگی ۔ پدر رکھشی و پیر و استاد کی
پوتر رہے اور جتی اور ستی ۔ نہ جلدی کرے بندگی میں کبھی
وظائف میں ہو یہ حضور و سرور ۔ زباں دل کی ہو ترجماں بے قصور
خوش آہنگی اور ان میں آہستگی ۔ بنے باعث لطف و دل بستگی
کرے ایسا پیدایش مقدور پھر ۔ نہ ہو کوئی ناشاد و خستہ جگر
کہ کرتا ہے ہر شخص روشن ضمیر ۔ سخن راست شیریں نرم و دلپذیر
پڑھا کرے ذکر پروردگار ۔ شب و روز صدق و صفائی سے کار
عبادت میں حاصل رہے دلخوشی ۔ نہ ہو پر غضب عادت لے خامشی
رکھے صاف دل کو [illegible] ۔ صفا دل رہے سب سے ہر رنگ میں
رکھے دل کو مانند آئینہ صاف ۔ ہر اک سے ملے بے ریا سینہ صاف
غرض اور طلب کے نہ ہو مدعا ۔ کرے ہر شے[1] طاعت بلا اشتہا
یہ ہے اہل ست گن کا [illegible] ۔ تمنا سے ہوتا نہیں سینہ ریش

[1] ہر سہ طاعت - خیرات - [illegible] - [illegible] خواہش

مقید نہیں بلکہ مطلق ہے جان
غرض پرتو ذات برحق ہے جان

مبرّا منزّہ ہے موجود ہے
مگر جسم معدوم و مفقود ہے

تغیّر تو ہے عرض کو ایعزیز
یہ جوہر ہے قائم سدا کر تمیز

نہ اوسط نہ اعلےٰ نہ ادنیٰ وہ ہے
نہ مولود و والد ہے بے کیف ہے

عدم ابتدا میں ہے ہر اک وجود
عدم آخر میں وسط میں ہے نمود

تحیّر ہے اعمال تقدیر سے
یہ سب بے خبر اس کی تعبیر سے

نہیں جانتا کوئی بھی ماہیت
نہیں ہوتی مکشوف کچھ کیفیت

ہر اک وقت یکساں ہی اور بے زماں
نہ مضغہ نہ بچہ نہ بوڑھا جواں

سمیع و بصیر و خبیر و علیم
یہ قیوم فی ذاتہ اے حکیم!

جلے آگ میں نہ بہے آب میں
نہ غافل ہے نے مست نے خواب میں

نہ راز اس کا آئے سمجھ میں ذرا
یہ احیائے عالم اک اس کی ادا

حقیقت کی آنکھوں سے دیکھو اسے
وہ دنیا میں جوں جان تن میں رہے

اگر تیرا ارجن! ہے یہ اعتقاد
کہ ہے روح مخلوق رب العباد

تو پھر بھی غم و غصہ کب ہے روا
کہ ہے ساری خلقت کو آخر فنا

فنا جان کے واسطے ہو اگر
بجا جنگ سے تھا نہیں پھر حذر

مگر جان کو جب فنا ہی نہیں
تو سب زندہ ہیں موت آتی نہیں

عدم سے اٹھے اور یہاں آگئے
یہاں سے اٹھے اور عدم کو چلے

زمانہ میں دن ہے کبھی رات ہے
حیات و عدم ایک ہی بات ہے

تو موت اور اس کے الم سے نہ ڈر
نہ کچھ خوف میدان و مردان سے کر

یہی ان کی ترکیب سے کائنات
یہ دنیا صفات اور وہ عین ذات

یہی اسم اعظم یہ ہے اسم ذات
ہر اک حرف ہیں ان گنت ہیں صفات

ہر اک کام کو اس سے آغاز کر
کہ ذاکر کا دربارِ حق ہے مقر[1]

نہ انکار مولا پہ نہ ہو مُصِر
کہ انکارِ حق سے ہے نہایت مضر

یہی ہے سلوکِ رہِ مستقیم
بجز اس کے ہے خوفِ جانِ الیم

اٹھارھواں ادھیائے سنیاس جوگ

یہ کی عرض اے رازدارِ جہاں
تو کر تیاگ و سنیاس مجھ پر عیاں

تمنا مرے دل کی ہے بیشتر
مرا شوق سے جل رہا ہے جگر

سنیاس
کہا ترک کر تو ہر اک آرزو
رہو محو ہر وقت دریا ہو

تیاگ
یہ سنیاس ہے تیاگ ترکِ عمل
نہ خلوت نہ عزلت میں آئے خلل

مگر سانکھیہ کا یہ بھی ہے مدعا
اہنسا یہ پابند ہوتا سدا

پہ ترک فرائض ہے ذنبِ عظیم
یہ ہے ہم پہ فرضِ خدائے علیم

مرے خیال میں ترک ہی نہیں کام
اسی پر مرے کام کا ہے نظام

نہ کرنا گناہ اور کرنا صواب
مگر ہو جو بے آرزو ہے ثواب

سنیاس میں رکھے تشاغل تمام
کریں فیض اس سے رکھی اور عوام

[1] مقر - جگہ - جائے قرار - ۱۲

مگر پھر بھی قدرت کی نیرنگیاں
رکھیں اس پہ ترگن کی پابندیاں

ساتکی

جسے آئے ہر جا پہ مولا نظر
حقیقت کی آنکھیں رکھے کھول کر

یہ ہے ساتکی حقیقت سرشت
ہر اک کس طرح ہو سکے ہمسرشت

راجسی

مگر راجسی دیکھے ہر جا خدا
یہ ہر رنگ میں شان دیکھے جدا

مگر تامسی اس کی پوجا کرے
نہ جانکاری کچھ بھی رکھا کرے

جو واجب ہے کرتا رہے صبح و شام
نہایت کرے جہد کوشش تمام

کسی سے نہ ہو دوستی دشمنی
کرے کام جو بس ہے ساتکی

عمل سے جو مقصود ہو کام دل
غرض بندگی سے ہو آرام دل

کرے کام جالے کرمیں لگیا
یہ ہے راجسی خود غرض کم ذکا

جو غافل ہے جاہل ہے بے اختیار
نہ زنہار سمجھے سر انجام کار

خلائق کی ایذا کا ہر دم خیال
یہ ہے تامسی مردم بے کمال

نہ اعمال سے چاہے زنہار پھل
نہ اترائے زنہار کر کے عمل

رہے صابر و شاکر و بے ریا
کرے رنج و محنت برائے خدا

نہ پچھوے جو ہو جائے مطلب حصول
نہ ہو پاس مطلب پہ ہرگز ملول

نہ نام ماترا سمیں ما و منی
یہی مردم نیک ہے ستگنی

حصول مطالب پہ کرتا ہے کار
غرض کے لئے ہے زمانہ کا یار

کبھی طالب مال و فرزند ہو
کبھی سائل جاہ و دلبند ہو

مرادوں کا جویا ہو ہر رنگ میں
الاپے سُر اپنی ہر آہنگ میں

جو مطلب ملا ہے تو شاداں ہوا
نہیں لجۂ غم میں ڈوبا رہا

ستوگن، رجوگن، تموگن تمام
انہیں سے ہیں جاری زمانے کے کام

گنوں سے کرے جوگ بالکل جدا
کرے جوگ واصل بذات خدا

مری بات پر کر عمل شاد رہ
پھر آواگون سے بھی آزاد رہ

ستوگن تو ہے خوے اہل کمال
ملے اس سے سب منزلت بے زوال

جسے ماسوی اللہ کی حاجت نہیں
تمو و رج کی اس کو ضرورت نہیں

نہ مانگ اپنے اعمال سے فائدہ
پہ رہ محو ہر دم بذات الٰہ

جو چاہے ثمر اپنے کردار سے
وہ بے عزت اہل نظر میں رہے

اگر جوگ کو تو کرے اختیار
نہ دنیا پہ تیرا رہے کچھ مدار

غرض بے ادب غافل اور لالچی
نہیں جانتا ماہیت جوگ کی

ریاکار بیہودہ گو پر دغل
کریں کار مردم میں بےشک خلل

بچھاتے ہیں تزویر کے دام کو
چلاتے ہیں تسخیر کے کام کو

یہ ہے بحر عرفان حق بیکراں
کہ ہے بلبلہ جس میں سارا جہاں

نہ ہو نیک و بد جب ترا کام دل
تو ہو ترک و تجرید آرام دل

ریاضت تو کر جوگ کی بے ریا
کہ ہووے عیاں نور ذات خدا

کہا اس کو ارجن نے اے رازداں
حقیقت کرو جوگ کی اب بیاں

کہا جوگی ہوتا ہے آزاد مرد
ہر اک بند سے پاک لالچ سے فرد

ہر اک امتحاں پر وہ کرتا ہے صبر
سگ نفس پر خوب کرتا ہے جبر

تن آزاد دنیا کا ہو خوشہ چیں
ہمیشہ رہے صحبت صالحیں

نہ ہو خواہش و آرزو کا غلام
خوشا حال جس کی ہے یہ زندگی
حفاظت کرے دین و مقصود کی
تحمل جو یہ ہو تو ہے راحت بھی
کہ غفلت کی خواب گراں میں رہے
رہے مست و غافل نکما مدام
یہ راحت بھی نرگن پہ ہے منحصر
جو بعد از ریاضت کے راحت رہے
اگرچہ وہ ہے ابتدا میں تو زہر
لگائے اگر دل ادھر آدمی
نجات اور برکت سے ہو جس کو خوشی
دوم لذتِ حس ہے ایک خوش گہر
یہ ہے آبِ حیواں کی اول میں لہر
یہ راحت نہیں ہے حقیقی خوشی
وہ آرام ہو جس کی سست ابتدا
تمو گن کے مانند یہ کام ہے
جہاں میں نہیں ہے کوئی آدمی
جو ترگن سے مطلق ہے بر کراں
ہوا ہے یہ چاروں برن پر محیط

دل اپنا رکھے ہاتھ میں مستدام
یہ ہے کار متحمل سا تگی
رہے نام و عزت کی شادی غمی
جو بدتر ہے اس سے وہ ہے تامسی
جہالت سے دائم زیاں میں رہے
سحر کو کرے باطل اندیشہ شام
کہ ہے راحت افزائے جان و جگر
کہ ہر دو جہاں سے فراغت رہے
یہ ہے آبِ حیواں کی آخر کو لہر
تو ہو آخرش واصل خرمی
یہ سچی خوشی ہے خوشی ساتگی
اگر آئے مس پہ تو کر دیوے زر
پہ آخر میں ہوتی ہے مانند زہر
یہ نا مستقل عیش ہے راجسی
تغافل سے ہو ممتزج انتہا
یہ آغاز ہے ناقص انجام ہے
فرشتہ نہ شیطاں نہ جن و پری
اگر ہے وہ ہے خالقِ دو جہاں
اسی طرح ہے منقسم نے لیط

نہ جانے کہ میں نے کیا ہے یہ کام
تو پھر ہے حصولِ مرادِ دوام

کرے جو وہ مولا کی خاطر کرے
غلام اس کو مولائے اکبر کرے

یہاں سے ہے وصلِ خدائے کریم
کرے رحمت اس پر عزیز الرحیم

خلاصہ

کرے ترک لذاتِ حسی تمام
رہے دل تہِ دانشِ نیک نام

نہ دشمن کسی کا نہ ہووے قرین
غذا کم رکھے اور ہو گوشہ نشین

زبان و دل و دیں بچائے رکھے
خدا کی طرف دل لگائے رکھے

خودی و غضب دل میں آنے نہ دے
ہوا و ہوس کا مخالف رہے

نہ اولاد و ازواج سے ہو پیار
نہ جمع زر و مال کا اختیار

جو یہ وصف ہو جائے انسان کی
کنشت سے ملے گی اسے خرمی

رہے محوِ مولا میں خوش دل رہے
سدا اپنے پیارے سے واصل رہے

کرے دین و دنیا سے دوری و جاپ
تمنا سے خالی ہو مقصد ہو آپ

برابر ہیں اس کے لئے مور و فیل
یہی اس کی ہے معرفت کی دلیل

وہ مجھ میں ملے جو کہ مجھ سا بنے
مرا آشنا بن کے مولا بنے

بھروسا رکھے مجھ پہ ہر کام میں
غنی ہو ہر اک مقصد و کام میں

ہر اک کام مجھ پر رکھے منحصر
کسی نیک و بد میں نہ دیکھے ضرر

بنے مستقل جس شخص کی رہنما
دل اس نے لئے مرے نام پر دیدیا

ہوا و ہوس موجب گمرہی | کمالات کی روک ہیں تو یہی
کیا ہے اگر کام بے آرزو | ہوا کام بالا ترا اے ماہ رو
ہوا تجھکو حاصل یہاں گیان جوگ | یہ کرم اس پہ پابند فعلوں کے لوگ
تناسخ کی عملوں سے اچھا تجھے | یہ سب کرم یوگ اپنا لیکر رہیں
بڑھا سب سے ہے اہل عقل سلیم | اسے گیان سے ہے اسکی عادت کریم
جو مانند کچھوے کی اپنے حواس | سمیٹے وہ ہے عقل کا رکن اساس
تمنا ہے سینہ فگار بشر | تمنا خدا اسے رکھے دور تر
کرے عقل سے دور حرص و ہوا | کرے محو خاطر سے صدق و صفا
نہیں جو کہ صاحب دل ایمان من | وہ ہے قید زندان آواگون
کہ باد ہوا اسکی ہے ناخدا | دل اہل غفلت ہے کشتی نما
پہ عارف کا دل بحر ذخار ہے | کہ سب ندیوں کا بلا خوار ہے
قفس سے ہوا کے وہ بلبل اڑا | رکھا جس نے دل اپنا سب سے جدا
ہوا و ہوس دل سے باہر نکال | کہ آئے نہ روز جزا کو وبال

ادھیائے تیسرا کرم یوگ

کہا پھر یہ ارجن نے ای خوش خصال | کہ ہے فعل پر علم کو جب کمال
تو پھر کس لئے بہر جنگ آوری | مجھے حکم تم نے اے سروری
کہ کوروں کے لشکر پہ ڈالوں بلا | نشاں ان کا ہستی سے دوں میں مٹا

یہی معرفت اور حقیقت کا راز
یہاں کیش و آئین کلے چھوڑ ساز

ہر اک غم کرے دور تیرا خدا
ہر اک بند سے تجھکو کر دے رہا

مری بات سن اور بن میرا یار
تو مخلص ہے اور ہے مرا رازدار

مری کر عبادت تو ہر صبح و شام
مجھے سجدے کر با نیازِ تمام

لگا دل کو مجھ سے نہ جا سوئے غیر
مجھے چھوڑ کر دیکھ مت روئے غیر

مجھے یاد کر تا کہ پائے مجھے
مرا نور پُر نور کر دے تجھے

مرا عہد ہے تو ملے گا مجھے
ترا یار ہوں دونگا موکش تجھے

نہ وہ رسم آئین و دین چھوڑ کر
پیار اور اخلاص تو مجھ سے کر

نہ کر فکر حامی تمہارا میں ہوں
عزیز اور ہادی تمہارا میں ہوں

بتانا نہ منکر کو باتیں مری
گر معتقد کو سنانا سبھی

نہ جاہل نہ منکر نہ غافل سے کہہ
نہ نا حق شناس اور نہ کاہل سے کہہ

مخاطب ہے گر معتقد اور مرید
تو ہو واصلِ نورِ ربِّ مجید

نہ مجھ سے بڑا کوئی ان کا عزیز
نہ ان سے فزوں کوئی میرا عزیز

وہ طالب ہیں میرے ان کا مطلوب میں
وہ میرے حبیب ان کا محبوب میں

سنی جس نے گیتا بصدق و نیاز
وہ آیا بمنزل گہ قدس و ناز

سنی تو نے یہ گیان کی گفتگو
ہوا ہے جہالت سے آزاد تو

کہا کرشن تیری ہدایات سے
تغافل کے پردے ہیں دل سے اٹھے

خاتمۃ الکتاب

کتاب ختم ہوگئی ہے۔ مگر دل کو ابھی اور شوق ہے اور آنکھیں اشتیاق میں کھلی ہیں۔ خواہش کو اور بھی پیاس ہے۔ معترض اور نکتہ چین ہزاروں ژاژخائیاں اور ہرزہ سرائیاں کریں۔ مگر غور کریں اور دیکھیں کہ اصلی مقصود اور علت غائی اس کی تصنیف کی کیا ہے۔

در صورت عجیبت عیب دگر نباشد　　جز آنکہ نیست عیبے در صورت عجیبت

دشمنانِ دین و انصاف کا استیصال اور اہلِ فساد و بغی کا قلع قمع جہان سے ضروری ہے۔ اس جہاد میں سر دینا آبِ حیات پینا ہے اور مرنا فتح ہے۔ اور یہی دینداری ہے۔ جسم ایک شہر ہے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ ہنکار اس میں فسادی اور اہلِ بغاوت ہیں۔ یہی نفس کے پانچ تت ہیں۔ ان کی فنا معرفت کی معراج کا پہلا زینہ ہے معرفت اور گیان یہ ہے کہ دل پر ان کا نشان اور جسم میں ان کا نام نہ رہے۔

یادِ الٰہی میں ہر وقت محویت رہے۔ "حواس اور آرزو ہائے دل فنا ہو جاویں"۔ اگر یہ نہیں تو یہ محویت اور معرفت ریا ہے۔ اور عشق فسق ہے

سر در عشق بوالہوس را ندہند　　سوزِ دلِ پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار　　ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

نہ ہو حاصل اس طرح سے کام دل — بہت دور ہے اس سے آرام دل
کرو کام سارے خدا کے لئے — نہ پاداش اور مدّعا کے لئے

برہما کو داتا نے پیدا کیا
بنائے جہاں کو ہویدا کیا

کیئے بعد انسان حق نے یگ اور کام — کہ ہو کثرت خلق و مخلوق عام
یگوں سے ہے پختہ عمل کی بنا — عمل سے ہے مضبوط و عالم بپا
اگر دیوتا کے لئے یگ کریں — تو مل جائیگی اس کی منزل یہیں
انہیں سے ملے ان کو نصرت مدام — ملے منزل عیش و دار السلام
خورش میں ہے بخش از پئے دیوتا — حرام اس کا کھانا ہے اس کے سوا
پکائے غذا محض اپنے لئے — مدام اس پہ لعنت خدا کی رہے
جو کھلائے کیا کچھ کرے نیک کام — وہی نیک دل ہو وہی نیک نام

اناجوں پہ ہے سب مدار حیات
ہے بارش پہ غلہ کی سب کائنات

یگوں سے ہیں بنتے ابر پر سحاب — زراعت کو سرسبز کرتا ہے آب
کہ کام خدا بند ہیں اور پران — یہ یگ کرم شریف پہ ہے سب عیان
جہاں قدرت سے پیدا ہوئے — پھر اک کام دنیا کا قائم کرے
بشر بھی مقید ہو تقدیر کا — مناسب ہے ورنہ وہ جیوے مرا
نہیں زندہ مغلوب حرص و ہوا — کرے ہے سرانجام جہاں میں لگا
مگر کشتۂ عشق مولا کریم — نہیں اس کو تیغ امید و بیم

قطعۂ تاریخ

مرحبا اے شوقِ ادراکِ معارف مرحبا
حبذا اے آرزوئے لطفِ معنی گستری

مدتے ماندیم در بحرِ تجسس غوطہ زن
تا بکف آریم درّے زنگِ کانِ جوہری

مدتے بودیم کشکولِ گدائی زیبِ دوش
بو کہ مے یابیم خیرے از حضورِ برتری

مدتے ماندیم در کنجِ تحیر منزوی
تا کہ بینیم صورتے از صورتِ خوش منظری

یافتیم آخر ہماں چیزیکہ مے جستیم ما
دستِ ما بود آخرِ کارم بدامانِ پری

ایں کتابِ معرفت ایں نسخۂ عرفانِ حق
جانِ ما جانِ شمائل لبِ لباب بہتری

از برائے ترجمہ بستم نگارِ صد قلم
بو کہ یابد لوحِ مس تجنیسِ بانگ زری

بود راہِ سنگلاخ و کارِ مشکل بود سخت
گر دفضلِ ایزدِ منّان ما را یاوری

ایں نمیگویم کہ من ایں ارمغاں آوردہ ام
رشکِ فردوسی شدم یا ہمعنانِ عنصری

صد غلط کاری و نقص آوردہ ام در پیشگاہ
گر قبول افتد زہے عزت زہے نام آوری

بو کہ اولادِ معانی در جہاں نام آورند
گر چنیں باشد زہے قسمت زہے نیک اختری

نقص گر بینی بکن اصلاح یا عیبے بپوش
چوں سفیہاں کے روا مے باشدت پردہ دری

گر بود دلکش جواہر بہرِ اصحابِ نظر
مایۂ صد ناز باشد ایں متاعِ عمر بری

ہرچہ دیدم گفتہ ام تا حدِ علمِ خویشتن
ہرچہ دانستم نوشتم من بہ نیکو مخبری

نو ز سیخور رفقریر لذت بشکنیں استخوان
فائدہ نارد جز از آزارِ جنگ زرگری

اے خداوند دو عالم اے حفیظ العٰلمین
ایکہ بر ذاتت مسلّم رازقی و یاوری

ہادیا نورِ ہدایت گمرہاں را لطفِ تو
گر تو رحمے نادری از کس نیاید رہبری

عیاں کی یہ پرکرت نے کائنات
جو ہے قدرت خالق شش جہات

اسی سے ہوئے تین گن آشکار
اسی پر ہے موقوف دنیا کی کار

۲۰ ہے باقی خدا اور فانی تمام
زمین آسمان روز و شب صبح و شام

نہ رکھ تو تعلق کسی کام سے
ہر اک کام کو مجھ پہ تو چھوڑ دے

نہ ہو تیری گردن پہ جب کوئی بار
تو مردان میدان سے رکھ اپنی کار

مری بات پر گر کرے تو عمل
نہ آئے ترے کام میں کچھ خلل

نہیں ہے اگر تیرا یہ اعتقاد
تو پھر تو نہیں اہل حق و سداد

کہ کر اپنی مرضی کا ہے آدمی
سدا ہے گرفتار رنج و غمی

عمل سے نہیں ہے کسی کو گریز
نہ ناداں نہ عارف نہ برنا و پیر

پہ ہمت جس کی گر تو نہ کار
تو چھوڑ اپنا ہر کام میں اختیار

کسی سے نہ کر دوستی دشمنی
یہ ہے موجب رنج و درد و غمی

گر اس راہ میں دوست ہے تو خدا
سوا اس کے کوئی نہیں محبوب ہے

اس آئین پہ جس نے کیا اپنا کام
رہ ہمت حق سے وہ شاد کام

کہا پھر کہ ارجن ہر اک نیک بات
یہ رہ ہے طریقہ روا لا صفات

تو کرتا ہے پھر کس لئے تو بدی
اٹھاتا ہے آخر کو شرمندگی

مکلف بدی پر ہے جو بے بصر
بتا دوں تجھے کون ہے وہ بشر

سمجھ لے کہ ہے حرص اصل گناہ
غضب اس سے ہوں سب کو دنیا تباہ

بڑی دشمن انسان کی ہے حرص و آز
اسی سے ہوئے ہیں بشر فتنہ ساز

کہا آپ کا ہوں میں خدمت گزار
اگر سخت حیراں ہوں سرگشتہ وار

ہوئی جلوہ گر تیری ذات کرم
مرے اس زمانہ میں اے محترم

کہاں سوبج اور ذات تیری کہاں
ترا فیض پہنچا تھا کیوں کر وہاں

کہا جان من تو ابھی خام ہے
یہ عرفان کا علم کم کام ہے؟

ہم آگاہ ہیں راز و اسرار سے
ہر اک ذہن سے اور ہر اک کار سے

کہ ہم اس زمانہ میں بھی جلوہ گر
ہوئے کچھ ہی اور اب ہیں نور نظر

نہ پیدا ہوئے ہم نہیں ہم مرے
یہ قدرت نمائی کو ظاہر ہوئے

ہو دنیا میں جب شکست بنیاد دین
ہم آتے ہیں کرنے کو آباد دین

حفاظت کو مرتاض و عباد کے
رعایت کو جہاد و زہاد کے

ستم پیشہ لوگوں کو کرنے فنا
جہاں میں چلانے کو امن کی ہوا

تو ارجن جو میرا اشنا سا ہوا
وہ آواگون سے ہوا ہے رہا

مری ذات ہے پر سخا و کریم
میں ہوں مہربان اور رؤف رحیم

مبرا نہ بیم و رجا و غضب
کرے میری جو معرفت کو طلب

پناہ میری لے کر تصور کرے
ریاضت سے ہو واقف ذات سے

نتیجے ملے جیسا جانے سب مجھے
یہ سب میرے مسلک پہ سالک رہے

وہ[1] دنیا طلب عابد دیوتا
کروں اس کا پورا دلی مدعا

1. میں دنیا طلب – غیر ما سوی اللہ پرست لوگوں کی مراد بھی دیتا ہوں تو اسکے یہ معنی نہیں کہ دنیا پرست لوگ جنکی مرادات و خواہشات حاصل ہیں وہ عارف ہیں نہیں علم عرفان آگاہ ہے اور اس کے اعمال اور منازل مشکل تر ہیں مگر ہیں یہ سب میرے ہی مسلک اور راستے ۱۲

نہ ہو کرم سے جس کا کچھ مدعا وہ ہے مرد مقبول رب العلا
جزائے عمل کی تمنا نہ ہو امید و نن کی دل میں توانا نہ ہو
نظر آئے افعال میں ترک کار رخ ترک پر فعل کا ہو نگار
قناعت ہو ہر وقت مدِ نظر تعصب سے ہرگز نہ ہو کوئی کد
وہ عارف ہے اور واصل کبریا ہو سرزد اگر فعل اس سے تو کیا
تو بن مجھ سا ہووے گی تیری نجات تمنائے ترص و ہوسے نجات
جسے دل میں عرفان کی لو لگی نہیں آرزو اس کو اعمال کی
مدارج بڑے ہیں اس کے اس سے سوا جہاں جلائے وہ ہے وہ مرد خدا
جو دل یار سے ہاتھ ہے کام میں تو پھر دل نہیں قید آلام میں
جو ہے محو ذات خدائے کریم ہمیشہ کرے رحم اس پر رحیم
اگر دل ہو لے یاد مولے لگار وہ ہوتا ہے مقبول پروردگار
کرے ترک لذات کھا کر نعم بہشتوں میں جاتا ہے بے رنج و غم
کرے پاک اگر دل تو تا کے لیے اسے دولت دین و دنیا ملے
کئی لوگ کرتے ہیں اشٹانگ یوگ[۱] کہ مٹ جائیں ہر دکھ کے سب روگ سوگ
کئی لوگ کرتے ہیں ارجن یہ ہوتی جلاتے ہیں اس میں بہ تال و جتن
کئی دھوپ میں محو بیٹھے رہیں کئی چپ[۲] کئی آسا تپتے رہیں

---

[۱] اشٹانگ یوگ یہ ہے۔ ضبط حواس۔ صفات پرستی۔ اجپا جاپ۔ (محبت الٰہی) دان۔ تپ
اپاسنا۔ تحصیل علم۔ پرانایام۔ اور اگلے اشعار میں ان کا بیان ہے۔ ۱۲
[۲] چینا۔ سوچنا۔ متفکر ہونا۔ غور کرنا۔ ۱۲

جہالت سے ہو کار دنیا خراب
یقین سے ملے آدمی کو کمال

جو کامل ہوا جوگ میں لاکلام
اٹھا خنجر اور کر عدو کو ہلاک

ہوا جسم میں تیرے ہے پانچ جو
بیان جسم میں ساری و منتشر

چلے جسم میں دم بسبھی اپان
اگر جس زِ ہہ کار سے انتظام

جو جاہل ہیں ناکارہ غفلت سرشت
اگر ہے تجھے کچھ بھی عقل و ادب

کسی چیز سے دل نہ ہرگز لگے
اگر مرد و عالم کی شاہی ملے

بجز معرفت کے ہے دشوار تر
یہ ملتی ارادت سے ہے ہر روز

خیالات باطل کو دل سے مٹا

جہالت سے آئے زمین پر عذاب
یہ سمجھا تو ہے دولت بے زوال

ہوا رنج و غم سے وہ فارغ مدام
نہ کر اس لڑائی سے کچھ خوف و باک

سقام اس سے دنیا ہوا غلو تا
نظام بدن اس سے ہے منحصر

نکلتا ہے کوشش کرے گر اپان
تو دونوں ہواؤں کا ہووے نظام

ملے گا نصیبوں کی طرح سے بہشت
تو اول فضیلت کا در کر طلب

سوا اس کے راحت نہ ہرگز ملے
نہیں اگر معرفت سے سمجھے

وصال خدا وند رب البشر
تو یاب ... کچھ بھی بجز اعتقاد

تو منزل گہ نور دل و جاں

ادھیائے پنجواں پرکرت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے ترک عمل — ہے بہتر عمل یا کہ ہے بے زوال

ساری۔ میرکنت ۔۔ آر ہر ترک محبت میں ہے ۔۔ ملال ۔ جمع نت [illegible]

نظر آنکھ میں ہے صدا کان میں
جو چھوتا ہے ہاتھوں جو چلتے ہیں پا
ہے بو ناک میں اور سر میں قیاس
نہ ہوتی ہے تنہا محسوس جان
یہ جوگی ہیں آزاد اس سے مدام
عمل ان کے ہوں معرفت کیلئے

پیار اور محبت دل و جان میں
زباں میں دیا ہے خدا نے مزا
پچرنگ ان میں جان ہی یہ پانچوں حس
لبالب ہے اس سے یہ سارا جہاں
نہ ہوں کار دنیا میں یہ مستہام
بنے ہیں وہ انسانیت کیلئے

گرفتار خواہش بلا میں ہے بند
کبھی بادشاہ اور کبھی مستمند

یہ غالب جو حرص و ہوا پہ ہوا
وہ دنیا میں رہتا ہے جیسے کنول
رہو تم بھی ایسے کہ رہتے ہیں ہم

غم و رنج میں کب ہو وہ مبتلا
رہے آب میں تر نہ ہو بے خلل
خضر میں پڑے رہتے سہتے ہیں ہم

یہ ہے جسم مردم جہان صغیر
بہ تصویر وہ نقش جہان کبیر

ور اس کے ہیں نو لے سمجھ اہل ہوش
دہن اور گلہ ایک سوراخ دل

دو سوراخ بینی دو چشم و دو گوش
رواں پرتو رب سمجھ میرا قول

زمانہ میں مردم کی اقسام تین
کریں جو کہ دشمن سے جنگ آفرین

۱ پانچ حواس ظاہری اور پانچ باطنی ۱۲۔ ۲ دشمن سے مراد نفس امارہ ۱۲۔

رہیں محو یادِ خدائے انام ‏— نہ ہوں آرزومند دارالسلام
نہ شادی سے شاد اور غم سے غمی ‏— یہی درحقیقت تو ہے آدمی
کہ جو قید حرص و ہوا ہو گئے ‏— گرفتار دامِ بلا ہو گئے
جو مرنے سے اول جہاں میں مرا ‏— اسے مل گئی جاودانی بقا
خیالات باطل نہ سر میں رہیں ‏— نہ لذات قلب و جگر میں رہیں
دو ابرو میں آنکھیں ملائے ہوئے ‏— کرے حبس دم دل لگائے ہوئے
پران و اپان اس میں جاری رہے ‏— خمارِ مئے عشق طاری رہے
رہے عقل و دل جس پہ قابو مدام ‏— یہی ہے خردمند والا خرام
رجا خوف و حرص و ہوا دور ہو ‏— تو دل نورِ مولا سے معمور ہو
کرے یگ تو جنت ملیگا اسے ‏— تو عارف جو ہوگا ملیگا مجھے
ہو عارف کو تسکین کے نام سے ‏— جو تشبیہ یاد خضر نام لے

چھٹا ادھیائے - آتم سنجم

نہ مانگے جو کوئی جزائے عمل ‏— تو ہے سنیاسی برائے عمل
نہ ہو نفع و نقصان پہ اس کی نظر ‏— وہی سنیاسی ہے جوگی بشر

له تاما - گنیا - ۱۲ که ... چھپا ہوا - ۱۲ ... [illegible]
... سعی کوشش ... ۱۲ ... یعنے ... نفع یا نقصان کا ... [illegible]
تله ترک خیال کو شغل کہتے ہیں - جب جوگی ترک کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو منزل سکوت پر پہنچتا ہے - اور اس حالت ... کو سمرجھا ... کہتے ہیں - اور یہی سنیاس ہے ۱۲

ذرا دل سے سن کارِ و اشغالِ جوگ
خبردار۔ لے سیکھ اعمالِ جوگ

کشا۔ مرگ چھالا۔ بچھا دا ما
پہن دھوتی۔ اور ایک پرنا بنا
جو اس اپنے کر یاد مولا پہ جمع
جلا دے کے سینہ میں پُر نور شمع
زبان دست و دل با یک مقصود پہ
رہیں اور کسی سے تمنا نہ کر
نظر[1] ناک کی نوک پر لے جما
کہ آئے نظر نورِ ربُّ العلا[2]
سر و گردن اور جسم ہو مستقیم
بلا حس و حرکت کے ہو جا مقیم
جو بیٹھو ہیں شیدائے خوابِ گران
انہیں جوگ ہے اک عذابِ گران
تو رکھ خواب و خور میں سدا اعتدال
نہیں ہے اگر جوگ ملنا محال
بچا باد سے جو رہے گا چراغ
اسے ہوگا بجھنے سے بیکنی
اسی طرح جوگی اگر دیدہ باز
رہے۔ اور دل کا رہے چیارہ باز
تو پھر جوگ کی منزل اس کو ملے
گلستان عرفان اس پر کھلے
ہوا سانس ہے جان مثل چراغ
ہوا کا بنا قید خانہ دماغ
برہم چریہ سے دل کو قابو میں لا
خبردار مت دل کسی کا دکھا
اگر لذت اور حرص سے تو بچا
نجات اور سوکھ کا پرستہ ملا
نہ محنت ریاضت سے کچھ رنج ہو
خدا نے دیا جب کہ یہ گنج ہو
پہنچ جائے جوگی جو اس حال پر
تو ترک تمنا سے تن پہ نہ ضرر

[1] یہ ناسا گر دھیان [illegible]
خدائے بلند [illegible]

مگر میرے دل میں نہیں ہے قرار　　نہیں ایک حالت پہ آشفتہ وار (دیوانہ وار ۱۲)
مرا دل پہ قابو نہیں ہے ذرا　　کہ ہاتھی ہے دلدل میں گویا پھنسا
پریشان ہے اور سراسیمہ ہے　　یہ سینہ نہیں تختۂ تپتہ ہے
ہوا کی طرح بس میں آتا نہیں　　قرار اس کو آتا نہیں ہے کہیں
میں ہر وقت رہتا ہوں اندیشناک　　کہ یہ خاک ناپاک ہو جاوے پاک

کہا کرشن نے دل تو سیماب ہے
عبث تو غم دل سے بیتاب ہے

ریاضت سے خون جگر نوش کر　　یہ قابو میں آ جائے گا ہوش کر
کہا میں نے جس طرح اخلاص سے　　ہوا و ہوس مطلقاً چھوڑ دے
یہ ہے نفس امارہ دشمن قوی　　مجاہد ہو مردانہ اور مدعی

یہ کی عرض ارجن نے پھر ایحضور
بتا سے کہاں ہے ایسا مرد غیور

کہ دل جس کا قابو میں ہے آگیا　　ہوا و ہوس سے مبرا ہوا
دوم جس کا ہو جوگ پر اعتقاد　　کیے پر نہ حرص و ہوائے جہاد
سوم جس کی عرفان کی خواہش نہ ہو　　جہالت[۱] سے کوئی بھی خواہش نہ ہو
یہ مرنے پہ مولا کہاں جائیں گے　　مدارج وہاں جیسے کیا پائیں گے

کہا کرشن جی نے کہ ارجن! یہ سن
ترے کام آئیں گے میرے سخن

۱ جہالت سے اسکو کوئی تکلیف یا رنج نہ ہو ۱۲

دل و عقل و قدرت ہی اور جان ہے
کہ جس کے لئے سارا سامان ہے

مری جاں میں ہے سب جہاں مستتر
کہ ہو تخم میں جیسے پنہاں شجر

مہ و مہر و انجم کی ہوں میں ضیا
مد و جذر میں ہی تو ہوں بحر کا

وہ اونکار[1] ہوں حرف بیں بید کا
اور انجام ہر ایک امید کا

جواہر میں ضو۔ نو بہار کا پھل ہیں
مزا آب میں شہد کا قند میں

خرد عارفوں کی شہوں کی ہوں شان
بہادر کی غیرت ہوں خوبوں کی آن

بغایت جمیل اور ہوں ذوالجلال
غرض خیر ہوں محض ہوں باکمال

ترگن[2] میں ہی ہوں اور میں نرگن[3]
وہی میں ہوں گوینده حرف کن

مرا ظاہر انسان میں مردم صفت
یہ باطن میں انسان کی معرفت

مجھے کوئی کہتا ہے فرزند نند
مجھے پور برہم کہتے ہیں چند

تعجب نہ کر ہیں یہ سب بے بصر
مری منزل و قرب سے بے خبر

حقیقت میں ہوں نے پدر نے پسر
نہ ہم اور نہ راکھشس ملک نے بشر

میں ہوں وہ کہ خود اس سے ہوں بے خبر
میں ہوں کون؟ اور کیا ہوں؟ ہے خوش سیر

تو عارف بنے گا تو کھل جائیگا
کہ فی الاصل ہے کس طرح ماجرا

یہ سب بے عقل جہال غفلت مآب
کنارہ پہ کیا جانیں احوال آب

زمانہ میں ہیں نیک چار آدمی
انہیں پر ہے سب خوبی و فرخی (تعریف خودی ۱۲)

[1] اونکار یعنی احد۔ واحد یعنی ایسا ایک جسکا ذاتی یا صفاتی عددی وغیرہ کوئی تغیر نہ ہو ۱۲

[2] ترگن۔ رجگن۔ ستگن۔ ۔ [3] نرگن۔ بےگن۔ یانی سے ہی۔ ہو خلا ز اکا ۱۲

تو کیا فائدہ جب کہ وہ خوش خرام ؎ نپایا - کہ ہے جس کا جلوہ تمام

جو عمر و بحر کی رہا قید میں ؎ وہ آواگون کی پڑا قید میں

زکہ تا بکوہ بحر سے تا حباب ؎ پر پشہ نہنگ سے تا عقاب

زمین سے غرض تا بیام فلک ؎ وحوش و طیور انس و جن و ملک

ہر اک اپنی حالت میں ہے مبتلا ؎ پڑی سب پہ آواگون کی بلا

ہوا و ہوس ہے مصیبت کا دام ؎ غم و رنج کی قید ہے خشم و کام

طبیعت سے مجبور ہے آدمی ؎ گر اک شادمان دوسرا ہے غمی

تو جس دیوتا پر ہو نسچا جسے ؎ دل اس کی طرف اپنا مائل کرے

بڑھاتے ہیں آور اس کا ہم اعتقاد ؎ دلاتے ہیں پھر اس کے دل کی مراد

یہ صوفیٔ صافیٔ آئینہ دل ؎ نہ ایسے مصائب میں ہو پابگل

نہیں کرتے زنہار فسق و فجور ؎ نہیں اس سے ہوتا گنہ کا ظہور

کرے عمر خرچ اپنی اخلاص میں ؎ رہوں اس کی میں خلوت خاص میں

کوئی مجھکو کہتا ہے ربّ قدیر ؎ کہے کوئی روز جزا کا امیر

کوئی دیو کوئی جہاں آفریں ؎ بہت ہیں بیاں اختلاف یقیں

یہ سب ترستے ہیں مبتلائے صفت ؎ نہیں دیکھتے واقعی حسن ذات

سمجھتے ہر اک جاں گر اپنی ہی جاں ؎ کھٹاتے نہ پھر خار و خس سی زباں

یہ دل جمع کر کے جو دیکھے مجھے ؎ تو اس بزم کی شمع جانے مجھے

سلہ خوشخرام - اچھی چال والا خوبصورت - مراد اس سے خدا - یعنے انسان خود دیکھ ہی بن جائے مگر جب خدا کو نہ پایا تو اس کے معلومات اور علم اور تہی کا کیا فائدہ ۱۲

کہ باقی ہے ہر گز نہ ہوگی فنا
کہ ہے جلوہ گر شکلِ ذاتِ خدا

آجر چیز باقی ہے فانی ہے جیو
یہی چیز ادھ بھوت ہے معتبر

جرم ذات ہے برتر و لازوال
اور آدھیا تم انسان خوش جمال

سبب قیام دنیا کا اور خلق کا
یہی کرم ہے جلوہ کبریا

آجر حقیقت اور آدیو ہے وہی
کہ ہے جس سے اجسام کی زندگی

مگر آدھ جگ کا ہے درجہ بلند
خرد کی پہنچتی نہیں واں کمند

میں ہوں آدھ جگ واقفِ ہر زماں
میں ہوں واقفِ رازہائے نہاں

میں دنیا سے باہر ہیں دنیا کا بار
مرے واسطے سب کریں نیک کار

جو ہو وقت مرنے کے دل میں خیال
اسی رنگ میں ہو مجسم مثال

اسی واسطے عارفِ حق گزین
رہے ہے محوِ مولائے جان آفرین

مری بات پر گر ترا ہے عمل
نکل جائیں سب تیرے دل سے خلل

رہو محو تم مجھ میں اس طور سے
نہ ہستی کا باقی نشان کچھ رہے

جو مرنے سے اول فنا ہو گیا
ہمیشہ کی اس کو ملے گی بقا

ضرورت نہ بیعت کی باقی رہے
وہ ہر اک کا پیرِ طریقت بنے

تو کیا پوچھتا ہے خدا کا نشان
کہ ظاہر ہے ہر اک جگہ او نہاں

وہ نزدیک ہے اس کو مت جان دور
کہ ہے جسم فانوس وہ شمع نور

پہ دیدار ہے اس کا سب کو محال
بجز عارفِ پاکِ فرخندہ حال

برہما بھی آخر ہے مخلوق ایک — گذر جائیں یوں ہی برہما انیک
خدا ایک باقی رہے گا مدام — بجز اس کے کب ہے کسی کو قیام
یہ دنیا ہے حادث یہ مولا قدیم — قدیر و رحیم و کریم و علیم
نہیں اس کے عارف کو ہرگز زوال — جو عارف نہیں اسپہ آوے زوال
میں ہوں آدھ جگ پیر بالا مقام — یہاں آ کے پھر نیکا ہوگا نہ نام

یہ عشقِ خدا[۱] بحر ہے بیکراں
جہاز اس میں عارف عظیم المکاں

کہ جو ذات حق سے ہوا آشنا — حصول اس کا ہو مقصد و مدعا
صفات آشنا حق سے ہیں دور تر — رہے مدعا ان سے مستور تر
پہ نفس[۲] آشنا ہیں خدا آشنا — نگہ دل[۳] میں کر دیکھ لے پھر خدا

سنو اب تم احوال دنیا سے دوں
کہ ہیں کس طرح اس کی چالیس حروں[۴]

کہ چھ ماہ اتر میں ہو آفتاب — اسی سمت اس کی رہے آب و تاب
یہ رہ جاتیوں کے ہیں دن تابدار — کہ ہے سعد و پُر زینت روزگار
دکن کی چھ ماہی ہے شب کے حساب — کہ رہ جاتیوں کے ہیں ایام خواب

اترائن
دکھنائن

۱ خدا کا عشق سمندر ہے۔ عارف جہاز کی مانند اس میں پڑا ہے اگر ذات حق کا آشنا ہوگیا اس کو مقصد مل گیا ورنہ صفات پرست بھی مقصد سے محروم رہتے ہیں ۱۲
۲ مَن عَرَفَ نَفسَہٗ فَقَد عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے خدا کو پہچانا۔
۳ ضامن ۵ دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ۱۲ ۴ حروف برکت ۱۲

جو کچھ بھی ہوں میں ہوں خدا مجھ سی ہے [لے] — فنا مجھ سے ہے اور بقا مجھ سے ہے
یہ جو کچھ بھی ہے میری قدرت میں ہے — طلسم جہاں میری قوت میں ہے
برہما کا دن جبکہ ہووے تمام — فنا سے جہاں کا کروں انتظام
سحر جب نمودار ہو پیدا کروں — تو پھر خلق و عالم ہویدا کروں
نئے سر سے یہ گھر سجاتا ہوں میں — مکیں حسب اعمال لاتا ہوں میں
یہ قدرت مرے زیر قدرت تمام — میں صانع ہوں یہ میری صنعت تمام
جہاں والے اپنا سا جانیں مجھے — کہ جیسا ہوں ویسا نہ مانیں مجھے
یہ سب غافل اس میری غفلت سے ہیں — مقیم ضلالت جہالت سے ہیں
شیاطین کی ان میں ہے خوگری — بد افعال ہیں ان میں ہے بدتری
پہ جن میں ہیں عادات خوبے ملک — وہ جانیں سمجھے مالک نُہ فلک
مری بندگی میں رہیں شاد کام — مرا ذکر کرتے ہیں ہر صبح و شام
سمجھتے ہیں ایک اور اکثر مجھے — جہان اور دادار داور مجھے
نہ پائے مجھے جو کرے دور ڈھونڈ — نہ جب تک کرے یگ نہ ہو گیان تو
جہاں جستجو ہے میں حاضر وہاں — جہاں ہووے جوئندہ ناظر وہاں
اکیلا میں ہوں یک جہاں ہوں میں آپ خاک — یوں میں ہوں وہ جو کہ الکھ ہی کہا

[لے] خواہ انسان ہوں اور خواہ خدا۔ غرض جو کچھ بھی ہوں ہوں ہوں۔ بات یہ ہے کہ اب معرفت کے سبب سے میری یہ حالت ہے کہ خدا مجھ سے ہے اور فنا و بقا سب کچھ مجھ سے ہے۔ مولانا روم ﮦ گفتہ او گفتہ اللہ بود • گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ۱۲ [لے] کوئی واحد کہتا ہے اور کوئی مجھ کو سلسلہ جہان مجسم کہتا ہے یعنے وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت۔ ۱۲

[illegible]

تنبیہ

لگایا ہے جس شخص نے مجھ سے دل — ہوا وہ ہوس میں نہیں پا بگل

ہر اک یگ عبادت کا مقصود میں — ہر اہل حقیقت کا معبود میں

وہ ہے اہل دل جن میں دلپذیر — نہاں مثل محفل وہ شمع منیر

کرے نیکی اور یگ تو میرے لئے — جو جپتا ہے میرے لئے وہ جپے

محبت شیاطین سے جس نے کی — تو حاصل ہوا رنج و درد و غمی

کسی جا پہ پہنچا نہ وہ زینہار — ضلالت کا رستہ کیا اختیار

خودی سے نکل اور خدا کو سمجھ — ہر اک شکل میں کبریا کو سمجھ

مجھے عشق منظور ہے سربسر — یہ ہے طاعت و زہد اہل نظر

کرے گا اگر عشق تو اختیار — ملے گی تجھے دولت[1] پائدار

نہ ظاہر نہ باطن میں بن جا جدا — دو رنگی دوئی کا تصور مٹا

اگر تاپ میں زہد و خیرات میں — عبادات و جہد و ریاضات میں

رکھ اخلاص کر جو[2] تیرے سو کامیاب — اگر گل برگ ہو خواہ اک چمچہ آب

نہیں زہد و طاعت پہ ہرگز نظر — یہاں محض اخلاص ہے معتبر

کرے یاد و ذکر[3] گر اخلاص سے — مجھے تو نہ قید الم میں رہے

مری مخلصوں پر ہے پردہ نگاہ — اگرچہ ہوں خاطی و نامہ سیاہ

مرے مخلص اور عاشق و دردمند — دو عالم میں ہیں مجھ کو دل سے پسند

فلک پر حقیقت کے جوں مہر و ماہ — وہ ہیں ملک عرفان کے بادشاہ

لہ دولت پائندہ = مراد نجات ۱۲ سہ بخشش کرو اور اخلاص رکھ خواہ تیرے پاس برگ گل یا چمچہ آب ہی کی طاقت ہو ۱۲ سہ ذکر = یاد کرنا ۱۲

کہ روحانیوں کو خبر ہی نہیں
انہیں میرے آغاز کا کیا پتا
ہر اک سے ہے اول ہمارا ظہور
انہیں میری منزل کی ہے کیا خبر؟
جو جانے مجھے اولین آخرین
نجات اُس کو بندِ گنہ سے ملی
دل و عقل و آرام و صبر و قرار
بقا و فنا و تمنائے دل
غم و شادی و راستی کے سخن
نکو نامی و زشت نامی تمام
غرض یہ جو کچھ ہے وہ ہم سے بنا
منو چار اور مہر شش نیک سات
جوان سب کا خلاق جانے مجھے
دل و جان سے کرتے ہیں جو مجھکو یاد
بڑھاتا ہوں میں ان کی قدر و شان

جو کچھ ہے میں ہوں اور کچھ بھی نہیں
ہر اک لَے میں ہے سر میری آواز کا
منور کُن خلق ہے اپنا نور
کہ ہوں جلوۂ نور میں مستتر
گیا وہ جہاں جانا ممکن نہیں
ملت اُس کو لا ریب فیض مل گئی
نہ بولے نے نفس اور بیہودہ کار
شکیبائی و شکر و ایذائے دل
نکوئی و زشتی و رنج و محن
ہر اک رنگ میں دوستئے انام
یہ نیرنگِ دنیا ہیں ہم سے ہوا
یہ گیارہ ہیں میرے قوسے صفت
مرے دل میں عارف کی منزل ہے
انہیں معرفت کا ہو حاصل سواد
دکھاتا ہوں عرفان کے والا مکان

ملہ چار دن منو دن اور سات مہرشیوں سے مراد تا تیری مشتری یارہ دیکھو
اور سات کھو مکے سے لیجاوے تو یہ بھی تعدد تاویل ہے۔
ملہ جوان تمام قدرتوں اور سب ہر کا خالق مجھے جانتا ہے - اس کا مکان میرا
دل ہے - اور اس کو سکون حاصل ہوتا ہے اور وہی عارف ہے۔

کہا کرشن نے سن تو دل کرکے دھیان
مری بات کو ہوکے محو گیان

آدتیوں میں ہوں میں آپہی نام بشن | یہ فرزند نندلت یو کا نام کشن
ستاروں میں مہتاب پرآب ہوں | نچھتروں میں مانند پرتاب ہوں
میں ہوں اول و آخر و درمیان | جہاں جسم ہے اور میں ہوں گیان
میں ویدوں میں ہوں سام ہی وید کا | اور دیوتاؤں میں [illegible] دیوتا
حسوں میں ہوں دل اور ذہن حیات | کہ ہوں رودروں شنکر میان جہان
پہاڑوں میں ہوں کوہ اعظم سمیر | بچھوں اور رچھوں میں بہادر کبیر
بہاروں میں اگنی ہوں برتری | ستاروں میں ہوں نامو مشتری
[illegible] ہوں میں سنگ کنار | سمندر ہوں جس کا نہیں ہے شمار
رشیوں میں بھرگ اور [illegible] | [illegible]
جگوں میں ہوں [illegible] | [illegible]
درختوں میں پیپل مجھے [illegible] | [illegible]
کپل ہوں میں [illegible] | [illegible]

۵ آدت [illegible]
[illegible]

مرا نام ہے موسموں میں بسنت
مہینوں میں منگسر ہے نور بیز
ظفر اور تدبیر و عزمِ صمیم
مرا نام دانشوروں میں بیاس
خموشی میں ہوں قفلِ گنجِ نہاں
میں ہوں نابغہ[1] تاجِ اہلِ سخن
میں ہوں معرفت اہلِ عرفان کی
میں ہوں اصلِ خلقِ جہان و زماں
مرے وصف ہیں بڑھ کے تقریر سے
سمجھ لے اگر کچھ ہے عقل و تمیز
گماں ہوں قیاس اور میں ہوں خیال
یہ ہے خلق اک ذرہ میں آفتاب

نہیں اور مولائے ہر سادھ سنت
قمار ہوں زمانہ کی کھیلوں میں تیز
کمالات میں ہوں کمالِ عظیم
میں پانڈو و ہیرا ارجنِ حق شناس
میں ہوں حسنِ تقریرِ صاحب زبان
میں ہوں عدلِ فرماندۂ ذو المنن
مجانین کا شورِ دیوانگی
نصیر و حفیظِ مکین و مکان
مرا گیان ہے بڑھ کے تحریر سے
جو کچھ ہے جہاں میں وہ میں ہوں عزیز!
جلال و جمال اور حسن و کمال
اگر دیکھنا ہے تو لے چھوڑ خوابِ غفلت

ادھیائے گیارھواں روپ درس

کہا پھر یہ ارجن نے اے سرفراز
تری ذات بالائے وہم و گمان
دکھایا حقیقت کا رستہ مجھے

تو ہے چارۂ کارِ اہلِ نیاز
جہاں پرورا! تو کسِ بیکسان
سنانے سخنِ معرفت نے مجھے

[1] نابغہ اس شاعر کو کہتے ہیں جو زمانہ میں فرد اور بے نظیر ہو مگر کسی کا شاگرد نہ ہو بلکہ طبع ذات ہو۔۱۲

ہوئے مجھ پہ اسرارِ مخفی عیاں — نظر آ گئے ہیں خزانے نہاں
نظر آئی واں ایک شکلِ عجیب — کہ ہے حیرت صد چمن اور عجیب
مکٹ سر پہ اور تن پہ ہے بسری — بصد دلربائی بصد دلبری
خرامندہ با ناز و با صد ادا — سہی قد سیہ چشم، خوش دلربا
مسلسل سیہ گیسوؤں پُر زتاب — وہ پُر نور رخ ذرہ وش آفتاب
مری جانِ محزوں ہے اس پر فدا — تماشا سپہ ہے بلکہ ارض و سما
ہر اک تیرا جلوہ ہے لا انتہا — کہاں تاب رکھتا ہے یہ بینوا
مسبّح[1] ترے جنّ و انس و ملک — مہلّل[2] ترے مہر و ماہ و فلک
تری یاد میں بلبل و قمریاں — چمن، بحر و بر، کُہ میں تیرا نشاں
مہادیو شیدا تری یاد میں — وہ لبدیو والا تری یاد میں
اسر تجھ سے گن دھرب اسنی کمار — ثنا خوان و شیدا ترے بیچ و مار
مروت اور سدھ سادھ رکھشی منی — ہر اک ہے ترا محوِ حیرانگی
ترا قد سما سے سمک[3] تا عظیم — ترا نور ہے زیر و بالا ضریم[4]
تری بازواں انگنت ذی وقار — ترے پا و چشم و دہن بے شمار
ہر اک منہ میں کثرت سے پُر خوف دانت — نظارے نظر آ گئے بھانت بھانت
نظر کر کے یہ جلوۂ بے قیاس — نہ قائم رہے میرے ہوش و حواس

[1] مسبّح - تسبیح گو یعنی سبحان اللہ کہنے والا ۱۲، [2] مہلّل - تہلیل گو یعنے لا الہ الا اللہ کہنے والا - وحدانیت کا ذاکر ۱۲ -
[3] سمک - مچھلی جو زیر زمین ہے ۱۲ [4] ضریم - شعلہ زن ۱۲

تری نیک نامی لڑائی میں ہے — تری خوب کامی لڑائی میں ہے

غرض نیک دل ارجن پاک باز
بحکمِ کرشن آ گیا ضد سے باز

کئے سجدے اور کرکے وصف و ثنا — کیا عذرِ تقصیر اور یہ کہا
کہ ہے کس کو مولا یہ تاب و مجال — خلاف آپ کے دل میں لائے خیال
ترے لوگ محکوم حکمِ رفیع — زمین و زماں زیرِ حکمِ مطیع
ترے پوجنے والے ہر صبح و شام — تجھے سجدے کرتے ہیں سب خلقِ عام
پناہِ غریبانِ کس بے کسان — رحیم جہاں۔ یارِ بے یاوراں
ترے ڈر سے راکھش گریزاں ہوئے — کہیں گاہ پاتال میں جا چھپے
نہ ہو کس طرح یہ تری قدر و شان — سمائے ہیں تجھ میں زمین و زماں
ازل سے ابد تک تری برتری — نہ مفہومِ افہام عظمت تری
مہ و مہر تو ہے برہما ہے تو — یم و برن ہادیئے مولا ہے تو
پون اگنی اور علم و عالم ہے تو — خدا کا تو ہے مظہر اے ماہ رو
چپ و راست تو۔ تو ہے بالا و زیر — تری دید سے کون ہے چشم سیر
ہے قدرت نمائی بروں از قیاس — بھلا کس طرح ہووے تیری شناس
ملے جس کو تو چاہے مولا بقا — سبھی لوگ ہوتے ہیں تجھ میں فنا
ہیں سمجھا تجھے کرشن بسدیو کا — میں سمجھا تجھے خویش اور حال زا
مجالس میں۔ خلوت میں وقتِ طعام — کیئے میں نے تجھ سے ہنسی کے کلام
معافی مجھے دے۔ نہ سمجھا تجھے — میں معذور ہوں تو بخشدے مجھے

جو دیکھا تو ایسی ہوئی خرمی
کہ ارجن کو تازہ ملی زندگی

کیا جلوہ پھر شکل انسان میں
وہ پہلی سی تمثال بھگوان میں

تو ارجن نے کی یہ ثنا گستری
کہ تو ہے صاحب و مالک برتری

اور کس سے ہو تیری مولا ثنا
مگر جس طرح سے کرے تو ادا

کہا کرشن نے جو نظارہ ہوا
یہی دیوتاؤں کا ہے مدعا

نہ زہد اور خیرات سے ہو نصیب
نہ جگ اور ریاضات سے ہو نصیب

ملا ہے جو محبت تجھکو کمال
وہ عشق حقیقی سے ہوتے وصال

عمل بے تعصب کرو بے ریا
کہ عاشق ہی واصل ہے اَلمدعا

بارھواں ادھیائے بھگت جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے باسوز و ساز
ہوا فیض کا باب ہے مجھ پہ باز

مری جان و دل کی یہی ہے مراد
ہر اک عقدہ کی ہو گئی ہے کشاد

نہیں کوئی مشکل ہے باقی ذرا
مگر کیجیے حل یہ عقدہ مرا

کہ ان عارفوں کے میں درشن کروں
ترے غم میں ہے جن کی حالت زبوں

ریاضت کا ان کو بڑا شوق ہے
مشقت میں بھی اک نیا ذوق ہے

فنا عشق میں وہ یہاں تک ہوئے
تعلق سے بیگانہ بیشک ہوئے

وصال ان میں کس کو ہے کون دور
سبب محبت ہے کون سا پر قصور

تمنا و خواہش کو دل سے نکال | رہو عابدِ داورِ ذوالجلال
رہو بے نیاز اور تو شاد رہ | تو دنیا سے اسمت سے آزاد رہ
خدا تجھ کو جو دیوے لے اور کھا | مسافر کو مہمان کو بھی کھلا
یہ حرص اور لالچ سے رہ بے نیاز | نہ کر ہاتھ حرص و ہوا کا دراز
مقرر نہ کر کوئی جا و مکان | جہاں ہووے رکھ یاد اللہ کا دھیان
جو آزاد ہو کر جہاں میں رہا | جہاں ہے وہی اس کا ہے متکا[1]
نہ روزی کی ہو اس کو کچھ بھی تلاش | کہ من[2] حیث لا یحتسب ہے معاش
نصائح ہماری ہیں آبحیات | کہ عاقل کو ملتی ہے ان سے حیات

ادھیائے تیرھواں چھیترک جوگ

کہا پھر یہ ارجن نے کر کے نیاز | کہ اے کارساز اور بے کس نواز
کہ پرکرت - پرکھ اور چھیتر چھیترگ[3] | گیان اور گیے میں پڑا مجھکو شک
کہا جسم ہے چھیتر اے پاکباز | اگر چھیترگ عارف پاک باز

[1] ٹھکا - جائے نشست ۱۲۰ [2] یرزق من حیث لا یحتسب - خدا اپنے متوکلین کو روزی ایسی جگہ سے دیتا ہے کہ اس کا خیال و گمان بھی نہیں ہوتا - غیب کی روزی - ۱۲۰ [3] چھیتر بمعنے کھیت مزرعہ یعنے جسم اور کھیترگ یعنی کھیتی بجے جنے کھیتی والا مراد یہاں جو کہ صاحب جسم ہے اور اصطلاح میں چھیترگ وہ ہے جو حال جسم سے پورا واقف ہے اور اس کی بد و نیک سے حفاظت کر سکے اور کما حقہٗ اس سے کام لے - ۱۲:

یہ ہے پنج تن عقل و وہم و ہشی
یہ ہے جسم اور جسم کا اقتضا
شکیب و تمیز اور رنج و خوشی
یہ چھپتے ہیں اس کی یہ ہیں پنج و بن
کہ عارف ہے وہ جو نہ مغرور ہو
نہ دکھ دے بگاڑے کسی کا یہ کام
غمی اور خوشی ہو برابر اُسے
نہ تجرد - فریبی نہ ناحق شعار
نہ رکھے جسم پاک آب یا خاک سے
کرے ترک لذات رہے حواس
نہ آئے فریب اور نہ ہو حیلہ گر
بدن کے رہے حال سے باخبر
جوانی - بڑھاپا - حیات و ممات
نہ ہو شوق مال و فرزند و زن
نہ خوش ہو خوشی سے نہ غم سے ملال
ہر اک رنگ میں دیکھے بیرنگ یار

دلی وہ حواس اور حسن ظاہری
حیات و ممات و تنفر رضا
تمنا - عداوت - محبت - غمی
یہ عرفان کی ماہیت مجھ سے سُن
بیاں اس کو ہرگز نہ منظور ہو
تحمل کا برت فراغت تمام
کوئی فرق و وہم باطل نہ دل میں رکھے
زبانی راست - مرشد کا خدمتگزار
شدا سے بچے عضا یہ قابو رکھے
شعار اس کا صبر و قناعت سیاست
لگائے شجر سے امید ثمر
کہ ہیں جس میں تبدیلیاں بیشتر
تجسم و راحت - مراقب چنیں جہات
کرے عائد نہ ہوں اس پہ رنج و محن
نہ ہو عجز کا نقشبند خیال
رہے پاک جامہ سے خاکسار

سلہ وزارت عاشق ۱۲ ۔ ماسوے اللہ کا خیال اور محبت اس کے دل میں ہرگز نہ ہو ۱۲
ہر ایک چیز میں اس کو میرا جلوہ نظر آسکے ۵

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار — ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

قریب از قریب اور بعید از بعید ۔ وہی مطلب جملہ گفت و شنید
وہی جلوہ پرداز ہر چیز کا ۔ اسی سے فنا اور اسی سے بقا
وہی عارف اور ہے وہی معرفت ۔ اسی میں ملیں اہل دل عاقبت
یہ دل کیا ہے اک مضغۂ گوشتیں ۔ پہ عارف بنا تو ہے عرش بریں
یہ جسم اور عرفاں کی تھی گفتگو ۔ بتا دی تجھے میں نے سب ہو بہو
مری پند پر کوئی عامل ہو گر ۔ وہ میری ہی منزل پہ ہو جلوہ گر

یہ اک چیز ہے پرکھ لے کامیاب
مگر اس پہ پرکرت کا ہے نقاب

یہی پردہ ہے سخت بند بلا ۔ جو پردا اٹھا تو ہوا خود خدا
جو عارف ہے پرکھ اور پرکرت کا ۔ وہ آزاد آواگون سے ہوا ہے رہا
یہ ہے پرکھ فرماں روائے بدن ۔ پرکھ ۔ اسی سے ہے محکم بنائے بدن
یہ چھلکے میں ہے مغز ساں جلوہ گر ۔ تماشا گر اپنا ہے خود ہی مگر
جو عارف کہ بینندہ دانندہ ہے ۔ وہ گویا کہ خود آفرینندہ ہے
وہی سر سے پا تک سمایا ہوا ۔ مزہ گیر ہر لذت و لطف کا
یہ سب باہر اور اندر اس کا ہی نور ۔ شیونات[1] ہیں سب اسی کا ظہور
تو پہچان اس کو دل و جان سے ۔ عجائب تعین ہے عجب شان سے
کوئی پانیوں میں کرے جستجو ۔ کوئی خاک در خاک ہو مو بمو
کوئی جسم یخ میں گلائے ہوئے ۔ سمادھی ہے کوئی لگائے ہوئے

[1] شیون ۔ جمع شان ۱۲

ادھیائے چودھواں ترگن سہاگ[۱۴]

بتاتا ہوں اب ایک مشکل سی بات
سمجھ میں اگر تجھکو آئی یہ بات
زمین و مکان و مکیں کائنات
برھم ہے یہ سب انہیں ہتاؤ گن
ہوئے من سے یہ تین گن آشکار
ستو گن سے تسکین و آرام جان
یہی معرفت دانش و عقل ہے
رجو گن تمنا کو پیدا کرے
تمو گن سے غفلت کا ساماں ہو
بڑھا جس میں جو گن وہی بن گیا
اگر ست ہے دل کی تسلی ہوئی
جہالت کے سامان تم سے ہیں
مرا گر ستو گن میں پائی نجات
تمو گن میں گر اس سے چھوٹا جب
ستو گن ملے کر کے کردار نیک

نہیں اس سے بڑھ کر بڑی کوئی بات
ملی پھر ہماری طرح سے نجات
بنائے ہیں جس نے سمات و جہات
جہاں من سے ہے یہ سمجھ تو سخن
ہوا تین گن سے زمن آشکار
صفا آئینہ وار و روشن زجان
نجات اس میں آواگون سے ملے
عمل اور فعلوں کا شیدا کرے
کرے جاہل اور کاہل انسان کو
کھنچا اس میں نقشہ اسی رنگ کا
ملی رج سے اعمال میں کاملی
مگر جیسا سے سرو ییسے جوئے پڑیں
رجو گن سے نیکوں میں ہو وصلات
ہوا شامل فرقۂ ابلہاں
مگر نیکی زمانہ کی ہے کار نیک

۱ زمین۔ زمانہ - ۱۲ واصدات = ملاقتیں - واقعے

نہ استت سے شادی نہ یاس غم — نہ خوش پریم سے نے ستم سے الم
ہر اک کا ہو ہمدرد اور بردبار — محبت شعار اور ہو حق گزار
نہ وہ غرقۂ کار دنیا رہے — تنفر ہے اس کو اس جیل سے
وہی شخص جگ میں گن آتیت ہے — وہی آدمی خوب پرتیت ہے
وہی یاد میں مست ہے صبح و شام — سوا میرے اس کو نہیں کوئی کام
مرے جلوہ و شان کو دیکھنا — بصورت و معنیٰ ذاتِ خدا
مجھے دیکھتا ہوں میں مجسم نجات — کہ اک ذات میں سینکڑوں ہیں صفات
مری کاملیت ہے عین الکمال — ستین دین ہوں قیم و لازوال
جو خلوت سے جلوت میں لایا مجھے — وہ پھر اپنی خلوت میں لایا مجھے

پندرھواں ادھیائے پرکھوتم جوگ

عجائب شجر ہے درخت جہاں — کہ شاخیں ادھر بیخ در آسماں
ورق بید کے ہیں مگر اسکے پات — پہ ہے بے ثبات اور پُر ثبات
جو ہے ان کا علامہ اعدا زوال — وہ ہے بید داں عالم و بدھوان
اسے دیکھ ہر سو جہان در جہاں — پراگندہ ہیں اس کی شاخیں یہاں
گنوں سے یہ شاخیں ہیں پھولی ہوئی — ہوس آز و لالچ سے نکلی ہوئیں
خبردار یہ بڑھ نہ جائے کہیں — جو بڑھنے دے اس کو وہ عارف نہیں

۱۷ ستین - مضبوط ۲ - ۵۲ قیم - قائم - ۱۲

زمین و زماں کا میں غمخوار ہوں ۔۔۔ ہر اک جیو کا بار بردار ہوں
بنوں چاند پالوں نباتات کو ۔۔۔ بنوں آگ کھاؤں نباتات کو
فراموشی و یادِ عالم میں ہوں ۔۔۔ خوشی بھی میں ہوں اور ماتم میں ہوں
مرادادہ مقصود میں بید کا ۔۔۔ نتیجہ ہر اک یاس و امید کا
یہ ہیں بید میرے بنائے ہوئے ۔۔۔ مرا آستاں سب سے فائق پرے
وجود و عدم کا یہاں نام ہے ۔۔۔ مسلسل جو زنف و ذارام ہے
فنا سب کو ہے پر نہ عارف بچا ۔۔۔ ابد تک وہ جیتا رہے یا خدا
اجر جیو ہے جڑ ہے فانی سریر ۔۔۔ خدا ہے کریم و عظیم و کبیر
جہاں میں اسی سے یہ سب شئی ۔۔۔ جہاں ضعیف و بیرِ بانِ غنی
ہوا ذات کا اپنی جب آشنا ۔۔۔ رہے اس سے پیچھے فنا و بقا
سمجھ کر کہ میں کون سی چیز ہوں ۔۔۔ یہ جاں پر سے کیوں تن کی قید ہوں
اسی گیان سے پرک اتم بنا ۔۔۔ تو معبود و مسجودِ عالم بنا
نہیں میرا عارف خرے پا بگل ۔۔۔ اپیے ہے میری یاد آرامِ دل
بتائے ہیں سب تجھ کو رازِ نہاں ۔۔۔ تجلی کیا اپنا تجھ پر عیاں
سمجھ بوجھ کر اب خبردار ہو ۔۔۔ نہ سو جاگ ہشیار بیدار ہو
جو سمجھا تو اس کو مکت مل گئی ۔۔۔ نہیں تو ہے بیسود محنت گئی

سولھواں ادھیائے دیو واپرسنت

یہ چھبیس (۲۶) باتوں پہ جب دل لگا ۔۔۔ نہیں آدمی وہ تو ہے دیوتا

جو ہیں نیک ملتی ہے ان کو نجات	شیاطین صفت باطل و واہیات
جو غافل رہے غرق دریا ہی	ملے اس کو کس طرح خوش سیرتی

زمانہ میں ہیں لوگ دو قسم کے
مرے ماننے والے منکر ترے

یہ پہلے تو از بس سیہ کار ہیں	کہ بیدوں کے قائل نہ دیندار ہیں
خدا منکر اس بات کے مدعی	زنا خوبی خلقت کا باعث ہوئی
خدا پر نہیں ان کا کچھ اعتقاد	کہ برباد ہو جائیں یہ نامراد
ستمگر سیہ دل جفا کار ہیں	شریر اور باطل پرستار ہیں
یہ سب تابع آرزوہائے دل	جہالت بطالت میں چوخر بگل
تکبر میں مست اور سراپا غرور	رہ حق سے ہیں سینکڑوں کوس دور
تغافل کی مستی میں ہے بیخودی	رضا ان کو مطلوب شیطان کی
شب و روز بدکاریوں پر تلے	گلے میں رسن طوق آمال کے
ہوا و ہوس میں یہ رہتے ہیں شاد	دغا باز جھوٹے مجسم فساد
گرفتار زندان غفلت تمام	تمنائے عیش و مسرت تمام
وہ سب بار عصیاں اٹھائے ہوئے	زر و سیم میں دل لگائے ہوئے
ہر اک سر میں شر کا ہے مادہ غضب	نہیں ان کے نزدیک کوئی ادب
وہ کہتے ہیں ہم فعل مختار ہیں	نہیں قائل اور ہم جفاکار ہیں
جسے چاہیں ماریں کوئی غم نہیں	ہماری جراحت کا مرہم نہیں
نہیں کوئی دنیا میں اپنے سوا	یہ فہمید باطل کیا ہے مدعا

ستر ھواں ادھیائے ترئی بھاگ

کہا پھر یہ ارجن نے اے راز داں
تو کر مجھ پہ احوال ان کا عیاں
کہ اللہ سے ہووے ان کو بیاں
پہ بیدوں سے برعکس ہیں ان کی کام
وہ ترگن سے کس گن کے پابند ہیں
عصبیت سے آزاد یا بند ہیں

کہا تین آئین ارادت کے ہیں
کہ لوگ اپنی اپنی طبیعت کے ہیں

ہر اک شخص کا مثل گونہ ہی دل		جو اس میں ہے رستار ہے متقبل
فرشتہ صفت لوگ ہیں ستگنی	ستگنی	دل ان کا ہے صدق و صفا میں غنی
شیاطین صفت تم میں ہیں منتظم	تمگنی	نتیجہ ہے تم کے تعلق کا غم
بھلاتا ہے جو اپنا آئین و کیش	رجگنی	ریاضت میں لیکن رہے سینہ ریش
ریاکار کے دل میں ہو آرزو		کہ لوگ ان کو مانیں رکھی نیکخو
وہ جاہل ہے ناحق ہی پابند غم		بطالت سے کرتا ہے جاں پر ستم
پرستار ہے یہ تو شیطان کا		مجسم ہے از کر دریو و ریا
سمجھے بھی کہ ہوں جان خلق خدا		پہنچتی ہے تکلیف ان سے سدا

غذا زہد پاک اور سخاوت کرم
سے گونہ ہیں ترگن صفت منقسم

غذا سے پسندیدہ و خوشگوار	غذا	ہمیشہ رکھیں بل ست گن بکار
ترش اور تیز اور نمکین و گرم		مضر اور رس اور تلخ اور نرم

اگر ہے غرض یا کوئی آرزو	راجسی عبادت	یہ ہے راجسی کی عبادت میں خو
اگر ہووے مطلوب آزار جان	تامسی عبادت	یہ ہیں تامسی کی ہوس راتیاں
سخاوکرم ہے بہت خوشنما	ستوگنی سخاوت	یہ ہے خوش ترین نعل ہو گر بجا
کریم اور زر بخش ہے ستوگنی	ستوگنی سخاوت	جو دے مزد بے اور ہے نیکی نفع
ریا، مزد، و خواہش بید ے راجسی	راجسی سخی	کہ ہے آرزو و شہرت و نام کی
خلاف کتاب اور حکم خدا	تامسی سخی	کرے تامسی مال ضائع سدا

	ہوا ایک[1] سے تین، تین ایک[2] لاکھ[3] اسی تین پر سارے عالم کی ساکھ	پیدائش

برہما زمیں آگ اور بید چار	الف	الف سے ہوئے اوم کے آشکار
یہ سب انترکھ، ججر، بشن و ہوا	د	ہینے حرف ثانی سے المدعا
مہادیو و خورشید و چرخ بریں	م	اتھرون دگر سام بید گزیں
یہ ہے تیسرے حرف کا سب ظہور		یہ سب اوم کا ہے زمانہ میں نور
ہوا حرف اول کا جب رنگ زرد		اسی سے بنا رجگن اے نیکمرد
جو حرفِ دوم ہے برنگ سفید		بنا اس پہ ستگن کی ہے امید
سوم حرف دیکھو برنگ سیاہ		تموگن بنا اس سے بے اشتباہ
الف کی ہے تاثیر سوزندہ نار		ہوئی واو سے باد سے آشکار
ہوئی میم سورج کی تاثیر سے		بہت کام اس سے نمایاں ہوئے

[1] خدا کے واسطے ۱۲ [2] ایک – اوم دفعہ اور تین – الف و میم اور برہما، بشن، مہیش ۱۲ [3] ایک لاکھ – کثرت ۱۲

جو غفلت سے ہو جائیں ترکِ کام ‏ تو یہ تامسی خو ہے۔ اور بد نظام

کرے ترک جو خوفِ محنت سے کام ‏ نہ پائے کبھی وہ مراد اور کام

یہی راجسی ترک ہے نکتہ داں ‏ کہ اس میں بھی تارک کو ہوگا زیاں

کرے کام اجرت کی خواہش نہ ہو ‏ ریا سے ہو نفرت نمائش نہ ہو

یہی ترکِ خواہش تو ہے ساتکی ‏ رہِ نیک ہے جادۂ متقی

نہ ہو نیک و بد سے کوئی سِوا ‏ وہی مرد صالح ہے اور پارسا

کوئی ہے جو دنیا میں مرتا نہیں؟ ‏ وہ ہے کون جو کام کرتا نہیں؟

پہ اپنے لئے کام جاہل کئے ہوں ‏ خدا کے لئے کام عاقل کئے ہوں

سہ گونہ ہیں اعمال اے پُر خرد ‏ بد و نیک - یا نیک - یا کارِ بد

جہنم بدی سے ملے اور ممات ‏ ملے نیکیوں سے بہشت اور نجات

گناہوں سے ہوتا ہے آواگون ‏ نئے اور ناقص دلائے بدن

ذرا غور افعالِ دنیا میں کر ‏ کہ ہیں پانچ باعث سرانجام گر

حواس و تن و جہد و تقدیر و جاں ‏ انہیں سے ہیں افعال ہر یک زباں

تن و دل زباں کے ہیں جتنے امور ‏ انہیں پر ہیں موقوف اے ذی شعور

کوئی کام ہاتھوں سے ہوتا نہیں ‏ کرائے نہ گر خالق العالمین

جو سمجھے یہ ہے میری کاریگری ‏ جہالت ہے غفلت ہے اور بدتری

خودی چھوڑ کھول آنکھ دل کی ذرا ‏ ہر اک برگ ہے باغِ عرفان کا

پہنچ کر یہاں قتل بھی ہے معاف ‏ یہاں ہے نہیں دخلِ پندار و لاف

ہر اک فعل میں حکم ہیں اے متین ‏ تعلیم اور ادراک و علم یہ تین

ہمیشہ رکھے پاک پوشاک و تن
رہے دامن آلودۂ ما و من

ہر اک بات میں پیچ نہ کچھ ہو کام
کرے تیغ مطلوب سے قتلِ عام

بڑا خود غرض نام کا متقی
ریاکار ہے خودنما راجسی

بد و نیک سے ہیچ ہے بے خبر
پہ جانے کہ ہم ہیں خبردار تر

کمینہ ہو بے زر بڑا ہرزہ کار
جفاکار و کذّاب و بطلاں شعار

ریاکار و کاہل شرارت سرشت
نہ ہو اس سے سرزد بجز کارِ زشت

عزیزوں کی ہر دم اہانت کرے
رذیلوں کی یاری اعانت کرے

زبوں طاقتوں سے ہو زور آزما
فزوں حد سے ہو ناکس و بے حیا

خرد سے نہ ہو اس کو کچھ آگہی
سمجھ ایسے مردود کو تامسی

تحمل بھی ترگن کے ہے زیر کار
خرد بھی اسی طرح اے ہوشیار

تمیز بد و نیک۔ دھرم و ادھرم
ڈرے قہر مولا سے خلقت سے شرم

تمیز رہ و رسم و آئیں رہے
شناسائے ملت و دیں رہے

سرانجام ہر کار پر ہو علیم
سمجھ جائے مفہوم امید و بیم

نہ ہو کوئی قید اور آزردگی
نہ افتادگی ہو نہ افسردگی

سمجھ کر حقیقت چھپاتے ہیں راز
یہ ہیں ساتگی صاحبانِ نیاز

نہ جو حق کو جانیں کما ینبغی
یہ ہے خاصۂ دانشِ راجسی

پہ سانک کے ہے تامسی برخلاف
بہ قطعی پہ نقرہ شناسی کی ذمہ

کئے جس نے مغلوب آز و ہوس
برابر ہے اس کو سپید و سیس

رہے پاسِ انفاس میں وہ مدام
رہے ذاکرِ نامِ ربّ الانام

برہمن ستوگن ہے زاہد حلیم
خوش اور دل پر وہ قابو رکھے
ماہن کا ہر بڑا دیندار
ست ورج سے آمیختہ چھتری
مجاہد مخیر عظیم الوقار
ہر اک کا ہو ہمدرد یاور و داد
بعلم الیقین و بعین الیقین
تم ورج پہ ویشوں کی بنیان
تمگن ہے بیچارے شودر کا کام
تو جس کا برن پر ہے سب سے قیام
ہر اک جلوے ہے نور حق جلوہ گر
جو رکھتا ہے ہر وقت اس کا خیال
مقاصد میں ہو اس کو بہرہ وری
مرو دھرم پر بسنت میں شاد کام
بتایا ہے جو تم کو مولا نے بین
اگرچہ ہے اپنے عیب تربیت دھرم
نہ عیب دخل گرچہ ہے اُس میں
کرے کام رکھے نہ اجرت کا خیال
نہ اپنی خرد پر رکھے اعتماد

بڑا راستباز اور عالم فہیم
بڑا منکسر پاک باطن رہے
ریاضت میں اور ویدوں پختگی کا
شجاع مستقل صاحب زیرکی
ہر اک فاضل علم میں ہوشیار
حلیم و ذکی اور صاحب سداد
سنا ہم اس کا ہو شاستر و بیدین
مزارع ہو تاجر ہو یا ہو شبان
کرے کام خدمت کا ہر صبح و شام
رہے خوش دل اور کام میں مستدام
چمکتا ہے یہ نور ہر ایک پر
فرائض میں کرتا ہے حاصل کمال
نتائج سے حاصل ہو بے مخلصی
زد و افت کے حرص میں رہی لگام
یہی راہ ہے نیک اے گلبدن
جو تیرا نہیں تو نہ کر اس پہ نام
یہ چھوڑ کے ہرگز نہ اس راہ میں
خدمت کو سر پہ نہ آئے وبال
لگے گا نہ کہ دم دل اور مراد

نہ ہے خوف اس پہ کوئی نہ الم
نہیں مالِ دنیا کی کاہش کا غم

مری یاد میں اس طرح ہے مٹا
کہ دنیا کا دل سے اٹھا تذکرا

خودی میں اگر رہ گیا پابگل
بہت دور ہے منزلِ کامِ دل

رجوع بغرض

نہ کر جنگ کوروں سے ارجن گریز
مقدر ہے یہ جنگ و رزم و ستیز

مجسم شجاعت ہے واللہ تو
شرافت نجابت ترا رنگ و بو

ترے سر پہ ہے تاج مردانگی
نہ کر گفتگو ایسی دیوانگی

تو ہے چھتری ہے ترا کام جنگ
ترے جان و دل کا ہے آرام جنگ

کوئی حکم داور سے باہر نہیں
ہر اک دل مکاں میں ہے صاحب مکیں[۱]

سبھی عاشقان اس پہ قربان ہیں
زمین و زمان زیر فرمان ہیں

جو ہے کام مولا کی قدرت سے ہے
یہ جو کچھ ہے داتا کی حکمت سے ہے

کسی کو نہ اسرار سے آگہی
نہ آغاز و انجام سے واقفی

یہ سب کچھ مشیت کے ہیں راز جو
مرے تیرے کرنے سے کچھ بھی نہ ہو

خدا کی پنہ ہے رہِ مستقیم
کرم اس پہ ہے کہ وہ تو ہے کریم

اسیر اور آزاد اس کا بنے
دل و گوش و چشم اس کی جانب ہے

کرو اس کی پوجا رکھو اس کو یاد
تصور میں تو دین و دل کی مراد

---

[۱] صاحب مکین - خدا ۱۲

ہوئی معرفت آپ کی اے حضور — ہوئے ریب و شک میرے خاطر سے دور
کمربستہ خدمت میں استادہ ہوں — بہ تعمیل ارشاد آمادہ ہوں

خاتمہ کتاب

سنی جب کہ سنجے نے یہ گفتگو — ہوئی کرشن و ارجن میں جو ہو بہو
کھڑے ہو گئے رونگٹے جسم پر — نہ کچھ رہ گئی جان و تن کی خبر
دھرت راشٹر کو کہا اے جناب — کرشنا زمانہ کا ہے انتخاب
نہاں تھے جو گنجینۂ گیان — دیئے اس نے ارجن کو اے مہربان
سنی تھی کہ جو ویاس سے گفتگو — مجھے یاد آتی ہے سب ہو بہو
اس اپدیش سے میری حیرت بڑھی — مجھے شادمانی و فرحت ہوئی
شہا جو جمال اس کا آیا نظر — بھرا نور حیرت سے دل اور جگر
کرشنا ہے صاحب علوم و کمال — تو ارجن ہے مولائے فرخندہ فال
یہ دونوں ہوں جس کے معین اے راجہ — بڑھے اس کا سب عزت و افتخار
جما یہ شجاعت پہ پاؤں اگر — کریں کوہ آہن کو زیر و زبر
گڑے فتح و نصرت کا اس کے علم — رہیں گے نہ آثار یہ جور و ستم

تمام شد

محمد منیر قریشی الصدیقی — تارو وال ۱۲/۳۴ ۳

پاس انفاس اور حبسِ دم کرکے روح کے دشمنوں کو نیست کرے۔ دنیا سے ناراض۔ اور اس تن سے خوش نہ ہو۔ اور ہمیشہ کوشش کرتے جاؤ۔ کہ مرحلہ طے ہو جائے۔ دمِ نزع بھی یہ مرحلہ طے ہو جاوے تو نجات ہے۔ ورنہ ہوس کے ساتھ نجات محال ہے۔ توبہ اور انابت بڑا عجیب طریق اور صراط المستقیم ہے۔

توبہ این نیست کہ از جرمِ کسی تا نہ لبی ... توبہ این نیست کہ ہم نائبِ تقوی باشی
توبہ یکی تو گر از جنت و فردوس فقصو ... بیشک از قعرِ ثریٰ تا بہ ثریا باشی

ہر ایک کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے انسان بالکل بے اختیار ہے۔ اپنی خواہش اور ارادوں کو دخل نہ دو۔ اور ہمیشہ اس سے لو لگاؤ جس کی حکمت اور قدرت کا چراغ تمہاری زندگی کے ذرہ کا آفتاب ہے۔

زبد بختی و نیک بختی قلم ... بجز دید و ما ہمچنان در شکم

دنیا ایک جال ہے۔ اِس کی نیرنگیوں اور دلاویزیوں میں مبتلا ہو کر انسانیت کے اصل منشا کو جس نے ضائع کر دیا وہ خسر الدنیا والآخرۃ ہوا۔ انسان ہے کیا۔ ایک مشین ہے۔ اگر صانع کے حسب منشاء اس کے پرزے کام کریں تو ٹھیک ہے ورنہ مشین مشین نہیں۔ اور آج نہ سہی تو کل ضرور برباد ہو جاوے گی۔

دنیا دامیست آرزو دانۂ وے ... زنہار کہ باشی سرِ دیوانۂ وے
منقار زدی صاف گرفتار شدی ... بوسیدہ نظام لست و ویرانۂ وے

مستفید و مستفیض طالبانِ حق بساز
کن ز صدق این ہدیہ آن بقدرِ مشتری

چو بانجامش رسانیدم پئے تاریخِ او
سر بکف گشتہ شد فرو چون غنچۂ نیلوفری

۱۰۴۸ ۳۰۰

منکشف گردید اسرارِ تصوف بر منیر
جلوہ ہا بنمود چون گیتا بشانِ دلبری

شکریہ

میرے نہایت عزیز بابو محمد نظیر احمد صاحب علوی قریشی کلارک دفتر اکاونٹنٹ نے بڑی جانفشانی سے اس کے پروف اور کاپیاں دیکھنے میں محنت کی نہایت مشکور ہوں۔ خدا ان کی عزت اور ہمت میں برکت دے۔

این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد